هُدًى لِّلْمُتَّقِيْن

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم ÷ کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد
منم مسیح بہ بانگِ بلند مے گویم ÷ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد
چنیں زمانہ چنیں دور ایں چنیں برکات ÷ تو بے نصیب روی وہ چہ ایں شقا باشد
سیاہ باد رخِ بخت من اگر بہ دلم ÷ دگر غرض بجز از یار آشنا باشد

خدا کے مُرسل

حضرت مسیح موعود مہدی معہود

عالی جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

کا لیکچر موسومہ

اسلام

[illegible] ۱۹۰۵ء

تعداد اشاعت ۲۰۰

جو ۲۔ نومبر ۱۹۰۴ء کو بمقام سیالکوٹ ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا۔ بار دوم
مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حافظ حکیم فضل دین صاحب مالک مطبع کے
چھپکر شائع ہُوا

قیمت ۱/

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے مل سکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اوّل اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ	اردو	کل ۵ر مجموعہ
″ حصہ دوم و سوم و چہارم (۴ر ۱۰ر ۱ر) دلائل حقیقت اسلام تفسیر چند آیات ورد آریہ و عیسائی و برہمو و دہریہ وغیرہ		
سرمہ چشم آریہ آریوں کے رد میں۔	″	۱۲ر
برکات الدعاء۔ دعا کے فوائد اور ضرورت۔	″	۱ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ و حقیقت اسلام و تبلیغ رسالت حقہ۔	اردو و عربی مترجم فارسی	ع
انوار الاسلام۔ عبد اللہ آتھم کی پیش گوئی پوری ہونے کی تفصیل و رد عیسائی۔	اردو	۴ر
نسیم دعوت۔ رد آریہ اردو سناتن دھرم رد آریہ (۳ر)	اردو	
کتاب البریہ۔ سوانح حضرت اقدس و چند پیش گوئیوں کا پورا ہونا۔	″	[illegible]
ایام الصلح دعوی مع دلائل و	″	۱ر
ایام الصلح پیش گوئی طاعون۔	فارسی	۸ر
اربعین نمبر اول و ۲ و ۳ و ۴۔ نشان صداقت مرسلین اور لوگوں کو ایک نعمت کی طرف دعوۃ	اردو	[illegible]
حضرت اقدس کا ریویو۔ عبد اللہ چکڑالوی و محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر۔	″	۲ر
روئداد جلسہ عا... نسوال کی فتح کے لئے دعا اور حضرت اقدس علیہ السلام کا لیکچر۔	″	۲ر
استفتاء۔ لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا۔	″	۱ر
نور القرآن حصہ اول و دوم (۴ر ۲ر)۔ رد عیسائی و آریہ	″	۶ر

نام کتاب	زبان	قیمت
مجموعہ آمین۔ حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادگان کی آمین	نظم اردو	۲ر
ستارہ قیصرہ شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ	اردو	۱ر
تحفہ قیصرہ۔ قیصرہ ہند اور اسکو دعوۃ اسلام	″	۲ر
کرامات الصادقین۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔	عربی	۸ر
حمامۃ البشریٰ۔ حصہ اوّل ثبوت وفات مسیح و رسالت خود	عربی مترجم اردو	۸ر
سیرۃ الابدال۔ مقربین کے علامات۔	عربی	۱ر
سچائی کا اظہار۔ رد عیسائی۔	اردو	۱ر
نور الحق حصہ اوّل و دوم (۴ر ۸ر)۔ رد عیسائی و پیش گوئی	عربی مترجم	
خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	اردو	۱۴ر
تحفہ بغداد۔ ایک بغدادی مولوی کے اعتراضوں کا جواب	عربی	۳ر
سراج منیر چند پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی تفصیل	اردو	۴ر
[illegible] اشعار تصانیف حضرت اقدس کے انتخاب	اردو فارسی	۵ر
″ حصہ اوّل اشعار صرف	اردو	۱ر
حقیقۃ المہدی۔ [illegible]	″	۱۰ر
[illegible] بیعت عشرہ مع تبلیغ و عبارات جو بیعت کیوقت پڑھائی جاتی ہے۔	″	۲ر
اعجاز المسیح۔ تفسیر سورہ فاتحہ اور پیر گولڑوی کو اس کی نظیر لکھنے کی تحدی۔	عربی مترجم فارسی	۱۲ر
ازالہ اوہام حصہ اوّل و دوم [illegible] مسیح و حقیقت دجال یاجوج ماجوج و تفسیر چند آیات	اردو	۱۲ر
حجۃ الاسلام۔ رد عیسائی۔	″	۱ر
شحنہ حق۔ رد آریہ	″	۲ر
فتح اسلام۔ دعوی مسیح موعود [illegible]	″	۲ر
توضیح مرام۔ حقیقت نزول ملائکہ و تفسیر چند آیات۔	″	۲ر
اتمام الحجۃ۔ مولوی رسل بابا امرتسری کو تحدی	عربی اردو	۲ر

۵ مذاہب کا مقابلہ اور ثبوت مسیح موعود ہونیکا۔

انجام آتھم۔ ردّ نصرانیت و علماء کو دعوۃ۔	اردو و عربی مترجم اردو	عہر
حجۃ اللہ۔ ردّ شیعہ وغیرہ۔	عربی مترجم اردو	۶ر
تقریر جلسہ اعظم مذاہب مہوتسو لاہور مقصود حیات انسان و حقیقت اسلام حیوان سے انسان و انسان سے با اخلاق بننے و با اخلاق انسان سے باخدا انسان بننے کی تفصیل و تفسیر چند آیات۔	اردو	۳ر
فیصلہ آسمانی۔ دعا کے ذریعہ مخالفین سے فیصلہ کرنے کی تفصیل۔	″	۲ر
دافع البلاء۔ طاعون سے بچنے کا طریق و جواب بعض اعتراضات	″	۱ر
ضیاء الحق۔ ردّ عیسائی۔ و جواب بعض اعتراضات متعلق پیشگوئی عبد اللہ آتھم	″	۲ر
نشان آسمانی گذشتہ اولیاء کی پیشگوئیاں مسیح موعود علیہ السلام کے لئے۔	″	۲ر
سر الخلافہ۔ ردّ شیعہ	عربی	۸ر
شہادۃ القرآن۔ حضرت اقدس کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے۔	اردو	۴ر
سراج الدین عیسائی کی چار سوالوں کا جواب۔ ردّ عیسائی	″	۲ر
ضرورۃ الامام۔ امام کی ضرورۃ۔ اپنا ثبوت مؤید منکر	″	۲ر
رسالہ جہاد مع ضمیمہ ممانعت جہاد یہ۔	″	۱ر
راز حقیقت ثبوت قبر حضرت عیسیٰ سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں۔	″	۱ر
ست بچن ردّ آریہ و سکھ۔ آریہ دھرم۔ ردّ آریہ	″	۱۴ر
مواہب الرحمن۔ نشانات صداقت حضرت اقدس و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا۔	عربی مترجم فارسی	۶ر
اعجاز احمدی۔ مباحثہ موضع مد کا ذکر اور مولوی ثناء اللہ کو تحدی۔	اردو و عربی مترجم اردو	۳ر
کشتی نوح۔ طاعون سے بچنے کا طریق اور احمدی تعلیم کی تفصیل	اردو	۳ر
خطبہ الہامیہ۔ قربانی کی اصل حقیقت و ثبوت دعوے خود۔ و تفسیر چند آیات۔	عربی مترجم فارسی اردو	عہ
تحفہ گولڑویہ۔ مفتری و صادق میں بہ الامتیاز	اردو	۱۰ر
تحفہ غزنویہ۔ جواب اشتہار مولوی عبد الحق غزنوی	″	۳ر
تحفہ ندوہ۔ ندوۃ العلماء کو تبلیغ۔		۰ر
الہدیٰ۔ اخبار المنار کا جواب اور اسکو تحدی۔	عربی مترجم اردو	۶ر
تریاق القلوب۔ چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا کی تفصیل	اردو	۱۲ر
جنگ مقدس۔ مباحثہ حضرت اقدس ؑ ہمراہ عبد اللہ آتھم عیسائی۔ ردّ عیسائی۔	″	۹ر
الحق بحث لودھیانہ۔ مابین حضرت اقدس ؑ و مولوی محمد حسین بٹالوی لودھیانہ میں۔	″	۶ر
تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی و علامات المقربین	″	۵ر
تذکرۃ الشہادتین اپنی جماعت کو دونوں شہیدوں کے ایمان کے نمونہ کی طرف تحریص و ترغیب	فارسی	۴ر
کشف الغطاء۔ اعلیٰ حکام کو اپنی نسبت واقفیت کرانا	اردو	۲ر
لیکچر لاہور۔ اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب	″	۲ر
لیکچر سیالکوٹ جسمیں حضرت نے کرشن کا اوتار ہونا اپنا ظاہر فرمایا ہے۔	″	۱ر
زیر طبع		
مسیح ہندوستان میں ثبوت سفر مسیح یروشلم سے بعد صلیب کشمیر کی طرف	اردو	
منن الرحمن۔ تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں اور عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔	″	
الحق۔ مباحثہ حضرت اقدس مقام دہلی ہمراہ مولوی محمد بشیر بھوپالی۔	″	
البلاغ جس کا دوسرا نام فریاد درد ہے	″	
ترغیب المؤمنین۔ عربی مترجم اردو۔ الفرقان ردّ شیعہ	″	

نزول المسیح جسمیں ایک سو پچاس پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت درج کیا گیا ہے۔ (زیر طبع)	اردو	
لجۃ النور عربی مترجم اردو۔ درر ثمین اشعار	عربی مترجم اردو	
نجم الہدیٰ۔ چار زبان عربی اردو۔ فارسی انگریزی		

مصنفہ حضرت حکیم الامت مولٰنا مولوی نورالدین صاحب

ردّ تناسخ۔ رد آریہ۔ ردّ نسخ۔ رد شیعہ	اردو	۲ ــ ۲ر
فصل الخطاب۔ وابطال الوہیت مسیح۔ رد عیسائی	"	۱ر ــ عہ
تفسیر سورۂ جمعہ جو کسی موقع پر مولوی صاحب نے لکچر دیا تھا	"	۴ر

مصنفہ حضرت مولٰنا مولوی عبدالکریم صاحب

لکچر بر گناہ۔ سیرۃ مسیح۔ دعوۃ الندوہ	اردو	۱۰ر
خلافت راشدہ۔ رد شیعہ قرآن مجید سے	"	۸ر

مصنفہ حضرت مولٰنا مولوی سید محمد احسن صاحب

اعلام الناس حصہ دوم۔	اردو	۴ر
شمس بازغہ۔ رد کتاب گولڑوی۔	"	عہ
فک افک۔ چند اعتراضوں کا جواب۔	"	۱ر
تحذیر المؤمنین۔ احسن الکلام۔	"	۴ر + ۴ر
سواء السبیل۔ صیانۃ الناس	"	۱ر ــ ۱ر
مسک العارف چہل حدیث بتصدیق دعوٰی حضرت	"	۱۰ر
آیات الرحمن۔ رد عصائی موسیٰ۔	"	۸ر
[illegible] القرآن۔ رد مولوی چکڑالوی	"	۳ر

مصنفہ میر حامد شاہ صاحب

مسلمانوں کا خدا اور اُس کے حضور دُعا۔	اردو	۱ر
پنج ارکان اسلام و سخن معقول۔	نظم "	
دعوت دہلی و لکچر اسلام	"	۱ر + ۱ر
غسل مصفٰی۔ مصنفہ مرزا خدابخش صاحب	اردو	عا ۸ر

دیگر تصانیف سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو احباب نے کی ہیں

وفات نامہ مسیح مع پیشگوئی لیکھرام و آتھم	نظم پنجابی	۴ر
پیغام حق یعنی سچا اسدا	نظم پنجابی	ــ ر
وفات مسیح۔ پسندیدہ حضرت اقدس	"	۲ر
کامن احمدی۔ عورتوں کے لئے مفید	"	۱ر
عاقبۃ المکذبین۔ چمکار حق۔ کامن راج الہی	"	
سچ بیان حصہ اول و حصہ دوم	"	۳۰ر
حقیقت نزول مسیح	"	۶ر
جام شہادت۔ مرثیہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید	نظم اردو	۰ر
دعوۃ الحق۔ رد عیسائی۔ اردو۔ قاعدہ	اردو و عربی	۱ر + ۱ر
قاعدہ یسرنا القرآن۔ اس سے بچہ چھ ماہ تک قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔	عربی و اردو	۲ر
واقعات صحیحہ معہ ضمیمہ متعلق فرار پیر گولڑوی۔	اردو	۲ر
عربی بول چال۔ عربی زبان سیکھنے کیلئے بہت عمدہ ہے	"	۹ر
رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب جو ہوا تھا لاہور۔	"	۸ر
رسالہ فضل حق۔ تائید حق	"	۱ر + ۴ر
دعوۃ الحق۔ مع ضمیمہ منظوم تبلیغ	"	۱ر
سلاسل التعلیم بچوں کو عربی سکھانے کیلئے مع تصاویر	عربی	۲ر
سیرۃ النبی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں۔	عربی مترجم اردو	۰ر
سلاسل فضائل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہیں۔	عربی مترجم اردو	۶ر
حمائل شریف قرآن مجید مترجم و غیر مترجم۔	۱ر تا ۱۳ر	تا ۸ر

مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب

تفسیر القرآن بالقرآن پارہ اول۔	اردو	۶ر
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ عم۔	"	۲ر
تفسیر سورہ فاتحہ یعنی ذکر الحکیم نمبر ۲۔	"	۴ر
ذکر الحکیم نمبر ۱۔ مفتاح القرآن۔	"	۲ر + ۲ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام

دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتداء سے جھوٹے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے اُن مذاہب کی تائید چھوڑ دی۔ اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں۔ اور جسکی آبپاشی اور صفائی کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ اُن میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے۔ اور اُن کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں۔ اور روحانیت جو مذہب کی جڑھ ہوتی ہے۔ وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا۔ اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے۔ اس لئے اُس نے ہر ایک صدی پر اس باغ کی نئے سرے آبپاشی کی۔ اور اُس کو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سر پر جب کبھی کوئی بندہ خدا اصلاح کے لئے قائم ہوا جاہل لوگ اُس کا مقابلہ کرتے رہے اور اُن کو سخت ناگوار گذرا۔ کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو جو اُن کی رسم اور عادت میں داخل ہو چکی ہے لیکن خداتعالیٰ نے اپنی سُنّت کو نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اِس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے خدا نے چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پاکر پھر اپنے عہد کو یاد کیا۔ اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی اس لئے وہ سب مذہب مر گئے۔ اُن میں روحانیت باقی نہ رہی۔ اور بہت سی غلطیاں اُن میں جم گئیں۔ کہ جیسے بہت مستعمل کپڑہ پر جو کبھی دھویا نہ جائے مَیل جم جاتی ہے۔ اور ایسے انسانوں نے جنکو روحانیت سے کچھ بہرہ نہ تھا اور جن کے نفس امّارہ سفلی زندگی کی آلائشوں سے پاک نہ تھے۔ اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق ان مذاہب کے اندر بیجا دخل دے کر ایسی صورت ان کی بگاڑ دی کہ اب وہ کچھ اور ہی چیز ہیں۔ مثلاً عیسائیت کے مذہب کو دیکھو۔ کہ وہ ابتدا میں کیسے پاک

اصول پر مبنی تھا اور جس تعلیم کو حضرت مسیح علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اگرچہ وہ تعلیم قرآنی تعلیم کے مقابل پر ناقص تھی۔ کیونکہ ابھی کامل تعلیم کا وقت نہیں آیا تھا۔ اور نہ زور استعدادیں اس لائق بھی نہ تھیں۔ تاہم وہ تعلیم اپنے وقت کے مناسب حال نہایت عمدہ تعلیم تھی وہ اُسی خدا کی طرف رہنمائی کرتی تھی جس کی طرف توریت نے رہنمائی کی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد مسیحیوں کا خدا ایک اور خدا ہو گیا۔ جس کا توریت کی تعلیم میں کچھ بھی ذکر نہیں اور نہ بنی اسرائیل کو اُس کی کچھ بھی خبر ہے۔ اس نئے خدا پر ایمان لانے سے تمام سلسلہ توریت کا اُلٹ گیا۔ اور گناہوں سے حقیقی نجات اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدائتیں توریت میں تھیں وہ سب درہم برہم ہو گئیں اور تمام مدار گناہ سے پاک ہونے کا اس اقرار پر آ گیا کہ حضرت مسیح نے دنیا کو نجات دینے کے لئے خود صلیب قبول کی اور وہ خدا ہی تھے۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ توریت کے اور کئی ابدی احکام توڑ دیئے گئے۔ اور عیسائی مذہب میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہوئی کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں تو وہ اس مذہب کو شناخت نہ کر سکیں۔ نہائت حیرت کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو توریت کی پابندی کی سخت تاکید تھی۔ اُنہوں نے یک لخت توریت کے احکام کو چھوڑ دیا۔ مثلاً انجیل میں کہیں حکم نہیں کہ توریت میں تو سوئر حرام ہے اور میں تم پر حلال کرتا ہوں۔ اور توریت میں تو ختنہ کی تاکید ہے اور میں ختنہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں۔ پھر کب جائز تھا۔ کہ جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مونہہ سے نہیں نکلیں۔ وہ مذہب کے اندر داخل کر دی جائیں۔ لیکن چونکہ ضرور تھا۔ کہ خدا ایک عالمگیر مذہب یعنی **اسلام** دنیا میں قائم کرے اس لئے عیسائیت کا بگڑنا اسلام کے ظہور کے لئے بطور ایک علامت کے تھا۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اسلام کے ظہور کے پہلے ہندو مذہب بھی بگڑ چکا تھا۔ اور تمام ہندوستان میں عام طور پر بُت پرستی رائج ہو چکی تھی اور اُسی بگاڑ کے یہ آثار باقیہ ہیں۔ کہ وہ خدا جو اپنی صفات کے استعمال میں کسی مادہ کا محتاج نہیں اب آریہ صاحبوں کی نظر میں وہ پیدائش مخلوقات میں ضرور مادہ کا محتاج ہے۔ اِس فاسد عقیدہ سے اُن کو ایک دوسرا فاسد عقیدہ بھی جو شرک سے بھرا ہُوا ہے۔ قبول کرنا پڑا۔ یعنی یہ کہ تمام ذرّات عالم اور تمام ارواح قدیم اور انادی ہیں مگر افسوس کہ اگر وہ ایک نظر غائر خدا کی صفات پر ڈالتے تو ایسا کبھی نہ کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر خدا پیدا کرنے کی صفت میں جو اُس کی ذات میں قدیم سے ہی انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج ہے تو کیا وجہ کہ وہ اپنی صفت شنوائی اور بینائی وغیرہ میں انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ انسان بغیر توسط ہوا کے کچھ سُن نہیں سکتا اور بغیر توسط روشنی کے کچھ دیکھ نہیں سکتا پس کیا پرمیشر بھی ایسی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بھی سُننے اور دیکھنے کے لئے ہوا اور روشنی کا محتاج ہے۔ پس اگر وہ ہوا اور روشنی کا محتاج نہیں تو

یقیناً سمجھو کہ وہ صفت پیدا کرنے میں بھی کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ یہ منطق سراسر جھوٹ ہے کہ خدا اپنی صفات کے اظہار میں کسی مادہ کا محتاج ہے انسانی صفات کا خدا پر قیاس کرنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی۔ اور انسانی کمزوریوں کو خدا پر جمانا بڑی غلطی ہے۔ انسان کی ہستی محدود اور خدا کی ہستی غیر محدود ہے۔ پس وہ اپنی ہستی کی قوت سے ایک اور ہستی پیدا کر لیتا ہے یہی تو خدائی ہے اور وہ اپنی کسی صفت میں مادہ کا محتاج نہیں ہے ورنہ وہ خدا نہ ہو۔ کیا اُس کے کاموں میں کوئی روک ہوسکتی ہے؟ اور اگر وہ مثلاً چاہے کہ ایک دم میں زمین و آسمان پیدا کر دے۔ تو کیا وہ پیدا نہیں کرسکتا ہندوؤں میں جو لوگ علم کے ساتھ روحانیت کا بھی حصہ رکھتے تھے اور نری خشک منطق میں گرفتار نہ تھے۔ کبھی اُنکا یہ عقیدہ نہیں ہُوا جو آجکل پرمیشر کی نسبت آریہ صاحبان نے پیش کیا ہے۔ یہ سراسر عدم روحانیت کا نتیجہ ہے ۔

غرض یہ تمام بگاڑ جو ان مذاہب میں پیدا ہوگئے۔ جن میں سے بعض ذکر کے بھی قابل نہیں۔ اور جو وہ انسانی پاکیزگی کے بھی مخالف ہیں۔ یہ تمام علامتیں ضرورت اسلام کیلئے تھیں۔ ایک عقلمند کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے۔ اور روحانیت کو کھو چکے تھے۔ اور بالکل مردہ ہو چکے تھے۔ پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے۔ جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اِس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں۔ کہ آپنے تمام دُنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپکے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولا اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔ اور نہ صرف اِس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے۔ اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے اُن سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دُنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اِس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہُوا تھا۔ اور طبعًا ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپنے ایسے وقت میں دُنیا سے انتقال فرمایا۔ جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر) توحید اور راہِ راست اختیار کرچکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی۔ کہ آپنے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا۔ اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ اُن کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا

کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے۔ مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوّت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوّت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں۔ اور آپکی نبوّت عامہ میں کوئی حصّہ بخل کا نہیں۔ بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کے لئے ہے۔ اور ایک اور دلیل آپکے ثبوت نبوّت پر یہ ہے کہ تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لیکر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے۔ اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دَوْر مقرر کئے ہیں۔ یعنی ایک وہ دَوْر ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ دَوْر ہے جس میں ضلالت اور گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں یہ دونوں دَوْر ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں اوّل دَوْر ہدایت کے غلبہ کا تھا۔ اس میں بُت پرستی کا نام و نشان نہ تھا۔ جب یہ ہزار سال ختم ہوا۔ تب دوسرے دَوْر میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بُت پرستیاں دنیا میں شروع ہو گئیں۔ اور شرک کا بازار گرم ہو گیا اور ہر ایک ملک میں بُت پرستی نے جگہ لے لی۔ پھر تیسرا دَوْر جو ہزار سال کا تھا اس میں توحید کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور جس قدر خدا نے چاہا دنیا میں توحید پھیل گئی۔ پھر ہزار چہارم کے دَوْر میں ضلالت نمودار ہوئی۔ اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے اس کے بعد عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا۔ اور اس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔ پھر ہزار پنجم کا دَوْر آیا جو ہدایت کا دَوْر تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا۔ پس آپکے منجانب اللہ ہونے پر یہی ایک نہایت زبردست دلیل ہے کہ آپ کا ظہور اس ہزار کے اندر ہوا جو روزِ ازل سے ہدایت کے لئے مقرر تھا اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا ہے۔ اور اسی دلیل سے میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم کی رو سے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور

چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اِس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَیجِ اَعْوَج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اُس کے سر پر پیدا ہو اور اُس کے بعد کوئی امام نہیں۔ اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اُس کے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اِس ہزار میں اب دُنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الفِ آخر بھی۔ اِس بات میں نصاریٰ اور یہود کو بھی اختلاف نہیں کہ آدم سے یہ زمانہ ساتواں ہزار ہے اور خدا نے جو سورہ والعصر کے اعداد سے تاریخ آدم میرے پر ظاہر کی ہے اُس سے بھی یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ساتواں ہزار ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا۔ اور چھٹے ہزار کے آخیر میں پیدا ہوگا۔ کیونکہ وہ سب سے آخر ہے جیساکہ آدم سب سے اوّل تھا اور آدم چھٹے دن جمعہ کی اخیر ساعت میں پیدا ہُوا۔ اور چونکہ خدا کا ایک دن دُنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اس مشابہت سے خدا نے مسیح موعود کو ششم ہزار کے اخیر میں پیدا کیا گویا وہ بھی دن کی آخری گھڑی ہے۔ اور چونکہ اوّل اور آخر میں ایک نسبت ہوتی ہے اس لئے مسیح موعود کو خدا نے آدم کے رنگ میں پیدا کیا۔ آدم جوڑہ پیدا ہُوا تھا اور بروز جمعہ پیدا ہُوا تھا اسطرح یہ عاجز بھی جو مسیح موعود ہے جوڑا پیدا ہُوا اور بروز جمعہ پیدا ہُوا اور اسطرح پیدائش تھی کہ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر اُس کے عقب میں یہ عاجز پیدا ہُوا۔ اسطرح کی پیدائش ختم ولایت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ غرض یہ تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزار ہفتم کے سر پر آئیگا۔ اِسی وجہ سے گذشتہ سالوں میں عیسائی صاحبوں میں بہت شور اُٹھا تھا۔ اور امریکہ میں اس مضمون پر کئی رسالے شائع ہوئے تھے۔ کہ مسیح موعود نے اسی زمانہ میں ظاہر ہونا تھا۔ کیا وجہ کہ وہ ظاہر نہ ہُوا۔ بعض نے ماتمی رنگ میں یہ جواب دیا تھا۔ کہ اب وقت گذر گیا۔ کلیسیا کو ہی اُس کے قائم مقام سمجھ لو۔ القصّہ میری سچّائی پر یہ ایک دلیل ہے کہ میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظاہر ہُوا ہوں۔ اور اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کے لئے کافی تھی۔ کیونکہ اگر اس کو رد کر دیا جائے تو خدا تعالےٰ کی تمام کتابیں باطل ہوتی ہیں جنکو الٰہی کتابوں کا علم ہے اور جو اُن میں غور کرتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ ایک ایسی دلیل ہے جیساکہ ایک روز روشن۔ اِس دلیل کے رد کرنے سے تمام نبوّتیں رد ہوتی ہیں اور تمام حساب درہم برہم ہوجاتا ہے۔ اور الٰہی تقسیم کا شیرازہ بگڑ جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔ پھر آدم سے اخیر تک سات ہزار سال کیونکر مقرر کر دیئے جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی خدا تعالےٰ کی کتابوں میں صحیح طور پر فکر نہیں کیا۔ میں نے آج یہ حساب مقرر نہیں کیا۔ یہ تو قدیم سے

محققین اہل کتاب میں مسلّم چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہودی فاضل بھی اُس کے قائل رہے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی صاف طور پر یہی نکلتا ہے کہ آدم سے اخیر تک عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے اور ایسا ہی پہلی تمام کتابیں بھی باتفاق یہی کہتی ہیں اور آیت اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ سے بھی یہی نکلتا ہے۔ اور تمام نبی واضح طور پر یہی خبر دیتے آئے ہیں۔ اور جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ سورۃ والعصر کے اعداد سے بھی یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم سے الف پنجم میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور اُس حساب سے یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ہزار ہفتم ہے جس بات کو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی سے ہم پر ظاہر کیا اُس سے ہم انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہم کوئی وجہ دیکھتے ہیں کہ خدا کے پاک نبیوں کے متفق علیہ کلمہ سے انکار کریں پھر جبکہ اس قدر ثبوت موجود ہے۔ اور بلاشبہ احادیث اور قرآن شریف کے رُو سے یہ آخری زمانہ ہے۔ پھر آخری ہزار ہونے میں کیا شک رہا۔ اور آخری ہزار کے سر پر مسیح موعود کا آنا ضروری ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ قیامت کی گھڑی کا کسی کو علم نہیں اِس سے یہ مطلب نہیں کہ کسی وجہ سے بھی علم نہیں۔ اگر یہی بات ہے تو پھر آثار قیامت جو قرآن شریف اور حدیث صحیح میں لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی قابل قبول نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اُنکے ذریعہ سے بھی قرب قیامت کا ایک علم حاصل ہوتا ہے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں زمین پر بکثرت نہریں جاری ہوں گی۔ کتابیں بہت شائع ہونگی جن میں اخبار بھی شامل ہیں۔ اور اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئیں۔ اور اونٹوں کی جگہ ریل کے ذریعہ سے تجارت شروع ہو گئی سو ہم نے سمجھ لیا کہ قیامت قریب ہے۔ اور خود مدت ہوئی کہ خدا تعالےٰ نے آیت اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ اور دوسری آیتوں میں قرب قیامت کی ہمیں خبر دے رکھی ہے سو شریعت کا یہ مطلب نہیں کہ کہ قیامت کا وقوع ہر ایک پہلو سے پوشیدہ ہے۔ بلکہ تمام نبی آخری زمانہ کی علامتیں لکھتے آئے ہیں۔ اور انجیل میں بھی لکھی ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ اُس خاص گھڑی کی کسی کو خبر نہیں خدا قادر ہے کہ ہزار سال گذرنے کے بعد چند صدیاں اور بھی زیادہ کر دے۔ کیونکہ کسر شمار میں نہیں آتی۔ جیسا کہ حمل کے دن بعض وقت کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ دیکھو! اکثر بچے جو دنیا میں پیدا ہوتے ہیں وہ اکثر نو مہینے اور دس دن کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اُس گھڑی کی کسی کو خبر نہیں جب کہ دردِ زہ شروع ہوگا۔ اِسی طرح دُنیا کے خاتمے پر گو اب ہزار سال باقی ہے لیکن اُس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہو جائے گی۔ جن دلائل کو خدا تعالےٰ نے امامت نبوت کے ثبوت کے لیے پیش کیا ہے اُن کو ضائع کرنا گویا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ قُرب قیامت کی تمام علامتیں بھی جمع ہو گئی ہیں اور زمانہ میں ایک انقلاب عظیم مشہود ہو رہا ہے۔ اور وہ علامتیں

جو قرب قیامت کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمائی ہیں۔ اکثر اُن میں سے ظاہر ہو چکی ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرب قیامت کے زمانہ میں زمین پر اکثر نہریں جاری ہو جائیں گی۔ اور بکثرت کتابیں شائع ہوں گی۔ پہاڑ اُڑا دیئے جائیں گے دریا خشک کر دیئے جائیں گے۔ اور زراعت کے لئے زمین بہت آباد ہو جائے گی۔ اور ملاقاتوں کے لئے راہیں کھل جائیں گی۔ اور قوموں میں مذہبی شور و غوغا بہت پیدا ہوگا۔ اور ایک قوم دوسری قوم کے مذہب پر ایک موج کی طرح ٹوٹ پڑے گی۔ تا اُنکو بالکل نیست و نابود کر دے اُنہیں دنوں میں آسمانی کرنا۔ اپنا کام دکھائے گی اور تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائینگی بجز اُن ردّی طبیعتوں کے جو آسمانی دعوت کے لائق نہیں۔ یہ خبر جو قرآن شریف میں لکھی ہے مسیح موعود کے ظہور کیطرف اشارہ ہے۔ اور اسی وجہ سے یاجوج ماجوج کے تذکرہ کے نیچے اُسکو لکھا ہے۔ اور یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں جن کا پہلی کتابوں میں ذکر ہے۔ اور اس نام کی یہ وجہ ہے کہ وہ اجیج سے یعنی آگ سے بہت کام لیں گی۔ اور زمین پر اُن کا بہت غلبہ ہو جائے گا۔ اور ہر ایک بلندی کی مالک ہو جائیں گی۔ تب اُسی زمانہ میں آسمان سے ایک بڑی تبدیلی کا انتظام ہوگا۔ اور صلح اور آشتی کے دن ظاہر ہوں گے ایسا ہی قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اُن دنوں میں زمین سے بہت سی کانیں اور مخفی چیزیں نکلیں گی اور اُن دنوں میں آسمان پر کسوف و خسوف ہوگا۔ اور زمین پر طاعون بہت پھیل جائے گی اور اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ یعنی ایک اور سواری نکلے گی۔ جو اونٹوں کو بیکار کر دے گی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام کاروبار تجارتی جو کہ پہلے اونٹوں کے ذریعہ سے چلتے تھے اب ریل کے ذریعہ سے چلتے ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ حج کرنیوالے بھی ریل کی سواری میں مدینہ منورہ کی طرف سفر کریں گے۔ اور اُس روز اُس حدیث کو پورا کر دیں گے جس میں لکھا ہے کہ **ویترک القلاص فلا یسعیٰ علیھا**۔

پس جبکہ آخری دنوں کے لئے یہ علامتیں ہیں جو پورے طور پر ظاہر ہو چکی ہیں۔ تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دُنیا کے دَوروں میں سے یہ آخری دَور ہے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے سات دن پیدا کئے ہیں اور ہر ایک دن کو ایک ہزار سال سے تشبیہ دی ہے۔ اِس تشبیہ سے دُنیا کی عمر سات ہزار ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور نیز خدا وِتر ہے اور وِتر کو دوست رکھتا ہے۔ اور اُس نے جیسا کہ سات دن وِتر پیدا کئے ہیں۔ ایسا ہی سات ہزار بھی وتر ہیں۔ ان تمام وجوہات سے سمجھ آ سکتا ہے کہ یہی آخری زمانہ اور دُنیا کا آخری دَور ہے۔ جس کے سر پر مسیح موعود کا ظاہر ہونا کُتب الٰہیہ سے ثابت ہوتا ہے اور نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب حجج الکرامہ میں گواہی دیتے ہیں کہ اسلام میں جس قدر اہل کشف گذرے ہیں کوئی

اُن میں سے مسیح موعود کا زمانہ مقرر کرنے میں چودھویں صدی کے سر سے آگے نہیں گذرا۔ اب اِس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو اس امت میں سے پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وعدہ فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ نبوت کے اوّل اور آخر کے لحاظ سے حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہوں گے پس وہ مشابہت ایک تو اوّل زمانہ میں تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ اور ایک آخری زمانہ میں سو اوّل مشابہت یہ ثابت ہوئی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے آخر کار فرعون اور اس کے لشکر پر فتح دی تھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر کار ابو جہل پر جو اس زمانہ کا فرعون تھا اور اس کے لشکر پر فتح دی اور ان سب کو ہلاک کر کے اسلام کو جزیرہ عرب میں قائم کر دیا اور اس نصرت الٰہی سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ اور آخری زمانہ میں یہ مشابہت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ملت موسوی کے آخری زمانہ میں ایک ایسا نبی مبعوث فرمایا جو جہاد کا مخالف تھا۔ اور دینی لڑائیوں سے اُسے کچھ سروکار نہ تھا بلکہ عفو اور درگذر اس کی تعلیم تھی اور وہ ایسے وقت میں آیا تھا جبکہ بنی اسرائیل کی اخلاقی حالتیں بہت بگڑ چکی تھیں اور اُن کے چال چلن میں بہت فتور واقع ہو گیا تھا۔ اور انکی سلطنت جاتی رہی تھی اور وہ رومی سلطنت کے ماتحت تھے۔ اور وہ حضرت موسیٰؑ سے ٹھیک ٹھیک چودھویں صدی پر ظاہر ہُوا تھا۔ اور اس پر سلسلہ اسرائیلی نبوت کا ختم ہو گیا تھا اور وہ اسرائیلی نبوت کی آخری اینٹ تھی۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں مسیح ابن مریم کے رنگ اور صفت میں اس راقم کو مبعوث فرمایا اور میرے زمانہ میں رسم جہاد کو اُٹھا دیا جیسا کہ پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد کو موقوف کر دیا جائے گا۔ اسی طرح مجھے عفو اور درگذر کی تعلیم دی گئی اور میں ایسے وقت میں آیا جبکہ اندرونی حالت اکثر مسلمانوں کی یہودیوں کی طرح خراب ہو چکی تھی۔ اور روحانیت خراب ہو کر صرف رسوم اور رسم پرستی ان میں باقی رہ گئی تھی اور قرآن شریف میں ان امور کی طرف پہلے سے اشارہ کیا گیا تھا جیسا کہ ایک جگہ مسلمانوں کے آخری زمانہ کے لئے قرآن شریف نے وہ لفظ استعمال کیا ہے جو یہود کے لئے استعمال کیا تھا یعنی فرمایا لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (یونس ۲) جس کے یہ معنے ہیں کہ تم کو خلافت اور سلطنت دیجائے گی۔ مگر آخری زمانہ میں تمہاری بد اعمالی کی وجہ سے وہ سلطنت تم سے چھین لی جائے گی جیسا کہ یہودیوں سے چھین لی گئی تھی اور پھر سورہ نور میں صریح اشارہ فرماتا ہے کہ ایک رنگ میں جیسے بنی اسرائیل میں خلیفے گذرے ہیں۔ وہ تمام رنگ اس امت کے خلیفوں میں بھی ہوں گے چنانچہ اسرائیلی خلیفوں میں سے حضرت عیسیٰؑ ایسے خلیفے تھے

جنہوں نے نہ تلوار اٹھائی اور نہ جہاد کیا۔ سو اس اُمت کو بھی اُسی رنگ کا مسیح موعود دیا گیا دیکھو آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [18/13] اس آیت میں فقرہ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قابلِ غور ہے کیونکہ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ محمدی خلافت کا سلسلہ موسوی خلافت کے سلسلہ سے مشابہ ہے اور چونکہ موسوی خلافت کا انجام ایسے نبی پر ہوا یعنی حضرت عیسیٰؑ پر جو حضرت موسےٰؑ سے چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نیز کوئی جنگ اور جہاد نہیں کیا اس لئے ضروری تھا کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدی کا بھی اُسی شان کا ہو۔

اِسی طرح احادیث صحیحہ میں بھی ذکر تھا۔ کہ آخری زمانہ میں اکثر حصّہ مسلمانوں کا یہودیوں سے مشابہت پیدا کرلے گا۔ اور سورہ فاتحہ میں بھی اسی کی طرف اشارہ تھا کیونکہ اسمیں یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ اے خدا ہمیں ایسے یہودی بننے سے محفوظ رکھ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھے اور ان کے مخالف تھے جن پر خدا تعالیٰ کا غضب اسی دُنیا میں نازل ہُوا تھا اور یہ عادت اللہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کو کوئی حکم دیتا ہے یا اُنکو کوئی دُعا سکھلاتا ہے۔ تو اُس کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ ان میں سے اس گناہ کے مرتکب ہوں گے جس سے اُن کو منع کیا گیا ہے۔ پس چونکہ آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد وہ یہودی ہیں جو ملّتِ موسوی کے آخری زمانہ میں۔ یعنی حضرت مسیحؑ کے وقت میں باعث نہ قبول کرنے حضرت مسیحؑ کے موردِ غضب الٰہی ہُوئے تھے اس لئے اس آیت میں سُنّتِ مذکورہ کے لحاظ سے یہ پیشگوئی ہے کہ اُمّت محمدیّہ کے آخری زمانہ میں بھی اسی اُمّت میں سے مسیح موعودؑ ظاہر ہوگا اور بعض مسلمان اس کی مخالفت کرکے اُن یہودیوں سے مشابہت پیدا کرلیں گے جو حضرت مسیحؑ کے وقت میں تھے۔ یہ بات جائے اعتراض نہیں کہ آنے والا مسیحؑ اگر اسی امت میں سے تھا تو اُس کا نام احادیث میں عیسیٰ کیوں رکھا گیا کیونکہ عادت اللہ اسی طرح واقعہ ہے کہ بعض کو بعض کا نام دیا جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں ابوجہل کا نام فرعون اور حضرت نوحؑ کا نام آدمؑ ثانی رکھا گیا اور یوحنا کا نام ایلیا رکھا گیا یہ وہ عادتِ الٰہی ہے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں اور خدا تعالیٰ نے آنیوالے مسیحؑ کو پہلے مسیحؑ سے یہ بھی ایک مشابہت دی ہے کہ پہلا مسیحؑ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت موسیٰؑ سے چودھویں صدی پر ظاہر ہُوا تھا اور ایسا ہی

آخری مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چودھویں صدی پر ظاہر ہُوا ایسے وقت میں جب کہ ہندوستان سے سلطنت اسلامی جاتی رہی تھی اور انگریزی سلطنت کا دَور تھا جیساکہ حضرت مسیحؑ بھی ایسے ہی وقت میں ظاہر ہوئے تھے جبکہ اسرائیلی سلطنت زوال پذیر ہوکر یہودی لوگ رومی سلطنت کے ماتحت ہو چکے تھے اور اس اُمّت کے مسیح موعود کے لئے ایک اور مشابہت حضرت عیسیٰؑ سے ہے اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پورے طور پر بنی اسرائیل میں سے نہ تھے۔ بلکہ صرف ماں کی وجہ سے اسرائیلی کہلاتے تھے۔ ایسا ہی اس عاجز کی بعض دادیاں سادات میں سے ہیں۔ گو باپ سادات میں سے نہیں اور حضرت عیسیٰ کے لئے خدا نے جو یہ پسند کیا۔ کہ کوئی اسرائیلی حضرت مسیح کا باپ نہ تھا۔ اس میں یہ بھید تھا۔ کہ خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی کثرت گناہوں کی وجہ سے انپر سخت ناراض تھا۔ پس اس لئے تنبیہ کے طور پر ان کو یہ نشان دکھلایا۔ کہ ان میں سے ایک بچہ صرف ماں سے بغیر شراکت باپ کے پیدا کیا۔ گویا اسرائیلی وجود کے دو حصّوں میں سے صرف ایک حصّہ حضرت مسیحؑ کے پاس رہ گیا۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ تھا۔ کہ آنے والے نبی میں یہ بھی نہیں ہوگا۔ پس چونکہ دُنیا ختم ہونے پر ہے۔ اس لئے میری اس پیدائش میں بھی ایک اشارہ ہے۔ اور وہ یہ کہ قیامت قریب ہے اور وہ ہی قریش کی خلافت کے وعدوں کو ختم کردے گی۔ غرض موسوی اور محمدی مماثلت کو پورا کرنے کے لئے ایسے مسیح موعود کی ضرورت تھی۔ جو ان تمام لوازم کے ساتھ ظاہر ہوتا۔ جیساکہ سلسلہ اسلامیہ مثیل موسیٰؑ سے شروع ہُوا۔ ایسا ہی وہ سلسلہ مثیل عیسیٰؑ پر ختم ہو جائے۔ تا آخر کو اوّل سے مشابہت ہو۔ پس یہ بھی میری سچائی کے لئے ایک ثبوت ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو خداترسی سے غور کرتے ہیں۔ خدا اس زمانہ کے مسلمانوں پر رحم کرے کہ اکثر ان کے اعتقادی اُمور میں ظلم اور ناانصافی میں حد سے گذر گئے ہیں۔ قرآن شریف میں پڑھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے اور پھر ان کو زندہ سمجھتے ہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں سورہ نور میں پڑھتے ہیں۔ کہ تمام خلیفے آنے والے اسی اُمّت میں سے ہوں گے۔ اور پھر حضرت عیسیٰؑ کو آسمان سے اُتار رہے ہیں۔ اور صحیح بخاری اور مسلم میں پڑھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ جو اس اُمّت کے لئے آئے گا وہ اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ پھر اسرائیلی عیسیٰؑ کے منتظر ہیں۔ اور قرآن شریف میں پڑھتے ہیں۔ کہ عیسیٰؑ دوبارہ دُنیا میں نہیں آئیگا اور باوجود اس علم کے پھر اس کو دوبارہ دُنیا میں لانا چاہتے ہیں۔ اور بااینہمہ دعویٰ اسلام بھی ہے اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانپر زندہ مع جسم عنصری اُٹھائے گئے۔ مگر اسکا جواب نہیں دیتے۔ کہ کیوں اُٹھائے گئے۔ یہود کا جھگڑا تو صرف رفع روحانی کے بارہ میں تھا۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ ایمانداروں کی طرح حضرت عیسیٰؑ کی روح آسمانپر نہیں اُٹھائی گئی۔ کیونکہ وہ صلیب دیئے گئے

تھے۔ اور جو صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہے۔ یعنی آسمان پر خدا کی طرف اُس کی روح نہیں اُٹھائی جاتی۔ اور قرآن شریف نے صرف اسی جھگڑے کو فیصلہ کرنا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور انکی تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ پس یہود کا جھگڑا تو یہ تھا۔ کہ عیسیٰ مسیح ایماندار لوگوں میں سے نہیں ہے۔ اور اُسکی نجات نہیں ہوئی۔ اور اُس کی روح کا رفع خدا تعالےٰ کی طرف نہیں ہُوا۔ اور فیصلہ طلب یہ امر تھا۔ کہ عیسیٰ مسیح ایماندار اور خدا کا سچا نبی ہے یا نہیں۔ اور اُس کی روح کا رفع مومنوں کی طرح خدا تعالےٰ کی طرف ہُوا یا نہیں۔ یہی قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا۔ پس اگر آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ سے یہ مطلب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر اُٹھا لیا۔ تو اس کارروائی سے متنازعہ فیہ امر کا کیا فیصلہ ہُوا۔ گویا خدا نے امر متنازعہ فیہ کو سمجھا ہی نہیں۔ اور وہ فیصلہ دیا جو یہودیوں کے دعوے سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ پھر آیت میں تو یہ صاف لکھا ہے۔ کہ عیسیٰؑ کا رفع خدا کی طرف ہُوا یہ تو نہیں لکھا۔ کہ دوسرے آسمان کی طرف رفع ہُوا۔ کیا خدائے عزّ وجل دوسرے آسمان پر بیٹھا ہُوا ہے۔ یا نجات اور ایمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جسم بھی ساتھ ہی اُٹھایا جائے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں آسمان کا ذکر بھی نہیں۔ بلکہ اس آیت کے تو صرف یہ معنے ہیں۔ کہ خدا نے اپنی طرف مسیح کو اُٹھا لیا۔ اب بتلاؤ کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ نعوذ باللہ کسی اور طرف اُٹھائے گئے تھے۔ خدا کی طرف نہیں۔ میں اس جگہ زور سے کہتا ہوں۔ کہ اس آیت کی حضرت مسیح سے تخصیص سمجھنا یعنی رفع الی اللّٰہ انہیں کے ساتھ خاص کرنا۔ اور دوسرے نبیوں کو اس سے باہر رکھنا۔ یہ کلمہ کفر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی کفر نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسے معنوں سے باستثناء حضرت عیسیٰؑ تمام انبیاء کو رفع سے جواب دیا گیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے معراج سے آکر ان کی رفع کی گواہی بھی دی اور یہ یاد رہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی رفع کا ذکر صرف یہودیوں کی تنبیہ اور دفع اعتراض کے لئے تھا۔ ورنہ یہ رفع تمام انبیاء اور رُسل اور مومنوں میں عام ہے۔ مرنے کے بعد ہر ایک مومن کا رفع ہوتا ہے چنانچہ آیت (هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ) سورۃ ص پارہ ۲۳ رکوع ۱۳۔ میں اس رفع کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن کافر کا رفع نہیں ہوتا۔ چنانچہ آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ۚ اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے

اس بارے میں غلطی کی ہے۔ ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ ان کو یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ اُن کو حقیقی معنے خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے۔ پر میں نے تم کو یاد دلا دیا۔ اور صحیح معنے سمجھا دیئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو غلطی کے لئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں۔ میرے لئے آسمان نے گواہی دی۔ اور زمین نے بھی۔ اور اس اُمت کے بعض اولیاء نے میرا نام اور میرے مسکن کا نام لیکر گواہی دی۔ کہ وہی مسیح موعود ہے۔ اور بعض گواہی دینے والے میرے ظہور سے تیس۳۰ برس پہلے دنیا سے گذر چکے۔ جیسا کہ ان کی شہادتیں میں شائع کر چکا ہوں[۴۴] اور اسی زمانہ میں بعض بزرگان دین نے جن کے لاکھوں انسان پیرو تھے۔ خدا سے الہام پاکر اور آنحضرتؐ سے رویا میں سنکر میری تصدیق کی اور اب تک ہزارہا نشان مجھ سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور خدا کے پاک نبیوں نے میرے وقت اور زمانہ کو مقرر کیا۔ اور اگر تم سوچو تو تمہاری ہاتھ پیر اور تمہارے دل بھی میرے لئے گواہی دیتے ہیں۔ کیونکہ کمزوریاں حد سے گذر گئیں۔ اور اکثر لوگ ایمان کی حلاوت کو بھی بھول گئے۔ اور جس ضعف اور کمزوری اور غلطی اور بے راہی اور دنیا پرستی اور تاریکی میں یہ قوم گرفتار ہو رہی ہے۔ یہ حالت بالطبع تقاضا کر رہی ہے کہ کہ کوئی اُٹھے اور اُن کی دستگیری کرے۔ بایں ہمہ اب تک میرا نام دجّال رکھا جاتا ہے۔ وہ قوم کیسی بدنصیب ہے۔ کہ اُنکی ایسی نازک حالت کیوقت اُنکے لئے دجّال بھیجا جائے وہ قوم کیسی بدبخت ہے۔ کہ اُنکی اندرونی تباہی کیوقت ایک اور تباہی آسمان سے بھیجا جائے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص لعنتی ہے۔ بے ایمان ہے۔ یہی لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہے گئے تھے۔ اور ناپاک یہودی اب تک کہتے ہیں۔ مگر قیامت کو جو لوگ جہنم کا مزہ چکھیں گے۔ وہ کہیں گے۔ مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ۳۳ یعنی ہمیں کیا ہوگیا۔ کہ دوزخ میں ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آتے جنہیں ہم شریر سمجھتے تھے۔ دنیا نے ہمیشہ خدا کے ماموروں سے دشمنی کی کیونکہ دنیا سے پیار کرنا۔ اور خدا کے مرسلوں سے پیار کرنا۔ ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا۔ اور تم دنیا سے پیار نہ کرتے تو مجھے دیکھ لیتے۔ لیکن اب تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔ پھر ماسوائے اس کے اگر یہ بات صحیح ہے کہ آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے یہی معنے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان دوم کی طرف اُٹھائے گئے۔ تو پھر پیش کرنا چاہیئے۔ کہ اصل متنازعہ فیہ امر کا فیصلہ کس آیت میں بتلایا گیا ہے۔ یہودی جو اب تک زندہ اور موجود ہیں۔ وہ تو حضرت مسیح کی رفع کے انہیں معنوں سے منکر ہیں۔ کہ وہ نعوذ باللہ مومن اور صادق نہ تھے۔

[۴۴] دیکھو رسالہ نشان آسمانی

اور انکی روح کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور شک ہو۔ تو یہودیوں کے علماء سے جاکر پوچھ لو۔ کہ وہ صلیبی موت سے یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ اس موت سے روح معہ جسم آسمان پر نہیں جاتی۔ بلکہ وہ بالاتفاق یہ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے۔ وہ ملعون ہے اسکا خدا کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت سے انکار کیا۔ اور فرمایا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور صلبوہ کے ساتھ آیۃ میں قتلوہ کا لفظ بڑھا دیا۔ تا اس بات پر دلالت کرے۔ کہ صرف صلیب پر چڑھایا جانا موجب لعنت نہیں۔ بلکہ شرط یہ ہے۔ کہ صلیب پر چڑھایا بھی جائے۔ اور بہ نیت قتل اس کی ٹانگیں بھی توڑی جائیں اور اسکو مارا بھی جائے۔ تب وہ موت ملعون کی موت کہلائے گی۔ مگر خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اس موت سے بچا لیا۔ وہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ مگر صلیب کے ذریعہ سے انکی موت نہیں ہوئی۔ ہاں یہود کے دلوں میں یہ شبہ ڈال دیا۔ کہ گویا وہ صلیب پر مر گئے ہیں۔ اور یہی دھوکا نصاریٰ کو بھی لگ گیا۔ ہاں انہوں نے خیال کیا۔ کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں۔ لیکن اصل بات صرف اتنی تھی۔ کہ اس صلیب کے صدمہ سے بیہوش ہو گئے تھے۔ اور یہی معنے شُبِّهَ لَهُمْ کے ہیں۔ اس واقعہ پر مرہم عیسیٰ کا نسخہ ایک عجیب شہادت ہے جو صدہا سال سے عبرانیوں اور رومیوں اور یونانیوں اور اہل اسلام کی قرابادینوں میں مندرج ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے واسطے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔ غرض یہ خیالات نہایت قابل شرم ہیں کہ خدا تعالےٰ حضرت مسیح کو مع جسم آسمان پر اٹھا لے گیا تھا۔ گویا یہودیوں سے ڈرتا تھا۔ کہ کہیں پکڑ نہ لیں جن لوگوں کو اصل تنازعہ کی خبر نہ تھی۔ انہوں نے ایسے خیالات پھیلائے ہیں۔ اور ایسے خیالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو ہے۔ کیونکہ آپ سے کفار قریش نے تمام تر اصرار یہ معجزہ طلب کیا تھا۔ کہ آپ ہمارے روبرو آسمان پر چڑھ جائیں اور کتاب لیکر آسمان سے اتریں۔ تو ہم سب ایمان لے آویں گے اور انکو یہ جواب ملا تھا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ یعنی میں ایک بشر ہوں اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ کہ وعدہ کے برخلاف کسی بشر کو آسمان پر چڑھاوے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے۔ کہ تمام بشر زمین پر ہی اپنی زندگی بسر کریں گے۔ لیکن حضرت مسیح کو خدا نے آسمان پر مع جسم چڑھا دیا۔ اور اس وعدہ کا کچھ پاس نہ کیا۔ جیسا کہ فرمایا تھا۔ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ ہمیں کسی مسیح موعود کے ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ گو ہم نے قبول کیا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں لیکن جب کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور نماز

پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور احکام اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔ تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اس خیال کے لوگ سخت غلطی میں ہیں۔ اوّل تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کیونکر کرسکتے ہیں۔ جبکہ وہ خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتے۔ حکم تو یہ تھا۔ کہ جب وہ امام موعود ظاہر ہو۔ تو تم بلاتوقّف اُس کی طرف دَوڑو۔ اور اگر برف پر گھٹنوں کے بل بھی چلنا پڑے۔ تب بھی اپنے تئیں اُس تک پہونچاؤ لیکن اُس کے برخلاف اب لاپرواہی ظاہر کیجاتی ہے کیا یہی اسلام ہے۔ اور یہی مسلمانی ہے اور نہ صرف اسقدر بلکہ سخت سخت گالیاں دیجاتی ہیں۔ اور کافر کہا جاتا ہے۔ اور نام دجال رکھا جاتا ہے۔ اور جو شخص مجھے دُکھ دیتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ اس نے بڑا ثواب کا کام کیا ہے اور جو مجھے کاذب کہتا ہے وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے خُدا کو خوش کردیا۔ اے وے لوگو! جن کو صبر اور تقویٰ کی تعلیم دی گئی تھی۔ تمہیں جلد بازی اور بدظنی کس نے سکھائی۔ کونسا نشان ہے۔ جو خدا نے ظاہر نہ کیا۔ اور کونسی دلیل ہے۔ جو خدا نے پیش نہ کی مگر تم نے قبول نہ کیا۔ اور خدا کے حکموں کو دلیری سے ٹالدیا۔ میں اس زمانہ کے حیلہ گر لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں۔ وہ اُس مکار سے مشابہ ہیں۔ کہ روز روشن میں آنکھیں بند کرکے کہتا ہے۔ کہ سورج کہاں ہے۔ اے اپنے نفس کے دھوکہ دینے والے! اوّل اپنی آنکھ کھول پھر تجھے سورج دکھائی دے گا۔ خدا کے مرسل کو کافر کہنا سہل ہے۔ مگر ایمان کی باریک راہوں میں اس کی پیروی کرنا مشکل ہے۔ خدا کے فرستادہ کو دجال کہنا بہت آسان ہے مگر اُس کی تعلیم کے موافق تنگ دروازہ میں سے داخل ہونا دشوار امر ہے۔ ہر ایک جو کہتا ہے کہ مجھے مسیح موعود کی پرواہ نہیں ہے اسکو ایمان کی پرواہ نہیں ہے ایسے لوگ حقیقی ایمان اور نجات اور سچی پاکیزگی سے لاپرواہ ہیں۔ اگر وہ ذرہ انصاف سے کام لیں اور اپنی اندرونی حالات پر نظر ڈالیں تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ بغیر اس تازہ یقین کے جو خدا کے مُرسلوں اور نبیوں کے ذریعہ سے آسمان سے نازل ہوتا ہے انکی نمازیں صرف رسم اور عادت سے ہیں اور انکے روزے صرف فاقہ کشی ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پاسکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کرسکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اُس سے ڈر سکتا ہے جبتک کہ اُسی کے فضل اور کرم سے اُس کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اور اُس سے طاقت نہ ملے اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دُنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا اُن سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے

یہ سب حالات انسان کے دل آئے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے اور بار بار دورِ فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہائت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور حجابوں کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امّارہ کے گرد وغبار کو دُور کر دیتا ہے۔ اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفس امّارہ کو امّارگی کی زندان سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے۔ اور نفسانی جذبات کی تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔ تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ایسی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اسکے پھر گنا کیطرف کرے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ دُعا ہے۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ ہم بھی ہر روز دُعا کرتے ہیں۔ اور تمام نماز دُعا ہی ہے۔ جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دُعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیّت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنیوالی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بنجاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بنجاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دُعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ وہ ایکدن رہائی پائیں گے۔
مبارک وہ اندھے جو دُعاؤں میں سُست نہیں ہوتے کیونکہ وہ ایکدن دیکھنے لگیں گے۔
مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دُعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔
کیونکہ وہ ایکدن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ تم دُعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دُعا کیلئے پگلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سُنسان جنگلوں میں لیجاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بُلاتے ہیں۔ نہائت کریم و رحیم۔ حیا والا۔ صادق۔ وفادار۔ عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بنجاؤ۔ اور پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو۔ کہ وہ

تم پر رحم فرمائے گا۔ دُنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو۔ تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بنجاؤ دُعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دیجائے گی۔ دُعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے دُعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے دُعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنے صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اُس کے صفات غیر متبدل ہیں۔ مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اُس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دُنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اُس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اُس خاص تجلی کے شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کیلئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہیں ۔

غرض دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مُشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اُس دُعا کے ساتھ روح پگلتی ہے۔ اور پانی کی طرح بہ کر آستانہ حضرتِ احدیّت پر گرتی ہے وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اُسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے۔ اور روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے اور اُسکا رکوع یعنی جُھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبّتوں اور تعلّقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جُھک آتی ہے اور خدا کیلئے ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلّی کھو دیتی ہے۔ اور اپنے نقش وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے اور شریعت اسلامی نے اُس کی تصویر معمولی نماز میں کھینچکر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کی طرف محرک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ جب تمہاری روح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور جب روح میں خوشی پیدا ہو۔ تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہونچے تو اُس درد میں روح بھی شریک ہوتی ہے۔ اور جب جسم کسی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو۔ تو روح بھی اُس سے کچھ حصّہ لیتی ہے۔ پس جسمانی عبادات کی غرض یہ ہے۔ کہ روح اور جسم کے باہمی تعلّقات کی وجہ سے

حقیقت ارکان نماز حقیقی

روح میں حضرت احدیّت کی طرف حرکت پیدا ہو۔ اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے۔ کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم مجاہدہ کی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوست ہوں تو جب ہم انہیں سے ایک چیز کو اٹھائیں گے۔ تو اس اٹھانے سے دوسری چیز کو بھی جو اُس سے ملحق ہے کچھ حرکت پیدا ہو گی۔ لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ جبتک کہ اُس کے ساتھ یہ کوشش شامل نہو۔ کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصّہ لے اور یہ حصّہ لینا معرفت پر موقوف ہے اور معرفت فضل پر موقوف اور خدا تعالیٰ کی قدیم سے اور جب سے کہ انسان کو پیدا کیا ہے۔ یہ سُنّت جاری ہے۔ کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جس کو چاہتا ہے۔ اُس پر روح القدس ڈالتا ہے اور پھر روح القدس کی مدد سے اُس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے۔ اور صدق وثبات بخشتا ہے۔ اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کر دیتا ہے اور اُس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ یہانتک کہ وہ سچ مچ اسکی راہ میں جان دینے کو تیار ہوتا ہے۔ اور اُس کا اس ذات قدیم سے کچھ ایسا غیر منفک تعلق ہو جاتا ہے۔ کہ وہ تعلّق کسی مصیبت سے دور نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی تلوار اس علاقہ کو قطع نہیں کر سکتی۔ اور اس محبّت کا کوئی عارضی سہارا نہیں ہوتا۔ نہ بہشت کی خواہش نہ دوزخ کا خوف نہ دنیا کا آرام اور نہ کوئی مال و دولت بلکہ ایک لامعلوم تعلّق ہے۔ جس کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ یہ گرفتار محبّت بھی اس تعلّق کی کنہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ کہ کیوں ہے۔ اور کس خواہش اور کسطرح سے ہے۔ کیونکہ وہ ازل سے تعلّق ہوتا ہے۔ وہ تعلّق معرفت کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ معرفت بعد میں آتی ہے۔ جو اُس تعلّق کو روشن کر دیتی ہے۔ جیسا کہ پتھر میں آگ تو پہلے سے ہے لیکن چقماق سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبّت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اُس کا ایسا ربط ہوتا ہے۔ کہ اُسکی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اُس کو ایسا تعلّق ہوتا ہے۔ جو اُن کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے۔ یہی حالت اُس شخص کی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدّث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں۔

اور خوارق اُن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اکثر دعائیں اُن کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں۔ بعض جاہل اِس جگہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں کبھی دُعا بھی قبول ہو جاتی ہے کبھی الہام بھی ہو جاتا ہے پس ہم میں اور رسولوں میں کیا فرق ہے پس انکے نزدیک خدا کے نبی مکار یا دھوکا خوردہ ہیں جو ایک معمولی بات پر فخر کر رہے ہیں۔ اور اُن میں اور اُن کے غیر میں کچھ بھی فرق نہیں۔ یہ ایک ایسا مغرورانہ خیال ہے جس سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔

لیکن طالب حق کے لئے ان اوہام کا صاف جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ خدا نے ایک گروہ کو اپنے خاص فضل اور عنایت کے ساتھ برگزیدہ کر کے اپنی روحانی نعمتوں کا بہت سا حصّہ اُن کو دیا ہے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ ایسے معاند اور اندھے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام سے منکر رہے ہیں تاہم خدا کے نبی انپر غالب آتے رہے ہیں اور انکا خارق عادت نور ہمیشہ ایسے طور سے ظاہر ہوتا رہا ہے کہ آخر عقلمندوں کو ماننا پڑا ہے کہ اُن میں اور اُن کے غیروں میں ایک عظیم الشان امتیاز ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درہم ہوتے ہیں اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں مگر وہ مفلس نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بادشاہ کے برابر ہوں۔ یا مثلاً ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے جو رات کو چمکتا ہے اور آفتاب میں بھی روشنی ہے۔ مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا کہ میں آفتاب کے برابر ہوں۔ اور خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں رویا اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اِس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کر سکیں اور اِس راہ سے بھی انپر حجّت پوری ہو اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اور پھر ایک خصوصیت خدا کے برگزیدہ بندوں میں یہ ہے۔ کہ وہ اہل تاثیر اور اہل جذب ہوتے ہیں اور وہ دُنیا میں روحانی نسلوں کے قائم کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور چونکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت رہنمائی کرتے ہیں اور مخلوق کے ظلمانی پردوں کو درمیان سے اُٹھاتے ہیں اس لئے سچی معرفت الٰہی اور سچی محبّت الٰہی اور سچّا زہد و تقویٰ اور ذوق اور حلاوت انہیں کے ذریعہ سے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اُنسے تعلق توڑنا ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ ایک شاخ اپنے درخت سے تعلق توڑ دے۔ اور اُن تعلقات میں کچھ ایسی خاصیّت ہے کہ تعلق کرنے کے ساتھ ہی بشرط مناسبت روحانیّت کا نشوونما شروع ہو جاتا ہے اور تعلق توڑنے کے ساتھ ہی ایمانی حالت پر گرد و غبار آنا شروع ہو جاتا ہے

پس یہ نہایت مغرورانہ خیال ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مجھے خدا کے نبیوں اور رسولوں کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کچھ حاجت۔ یہ سلب ایمان کی نشانی ہے اور ایسے خیال والا انسان اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ کیا میں نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا کلمہ گو نہیں ہوں چونکہ وہ سچے ایمان اور سچے ذوق وشوق سے بیخبر ہے اس لئے ایسا کہتا ہے اُس کو سوچنا چاہیئے کہ گو انسان کو خدا ہی پیدا کرتا ہے مگر کس طرح اُس نے ایک انسان کو دوسرے انسان کی پیدائش کا سبب بنا دیا ہے پس جس طرح جسمانی سلسلہ میں جسمانی باپ ہوتے ہیں جنکے ذریعہ سے انسان پیدا ہوتا ہے ایسا ہی روحانی سلسلہ میں روحانی باپ بھی ہیں جنسے روحانی پیدائش ہوتی ہے ہوشیار رہو اور اپنے تئیں صرف ظاہری صورتِ اسلام سے دھوکا مت دو اور خدا کی کلام کو غور سے پڑھو کہ وہ تم سے کیا چاہتا ہے وہ وہی امر تم سے چاہتا ہے جس کے بارہ میں سورہ فاتحہ میں ...... تمہیں دُعا سکھلائی گئی ہے یعنی یہ دُعا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ پس جبکہ خدا تمہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ پانچ وقت یہ دُعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں تو پھر تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔ لہٰذا ضرور ہُوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جنسے تم وہ نعمتیں پاؤ۔ اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اُس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے۔ کیا نطفہ کہہ سکتا ہے کہ میں باپ کے ذریعہ سے پیدا ہونا نہیں چاہتا۔ کیا کان کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہوا کے ذریعہ سے آواز کو سننا نہیں چاہتے اس سے بڑھ کر اور کیا نادانی ہوگی کہ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدیم پر حملہ ہو۔

اخیر یہ بھی واضح ہو۔ کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس۲۰ برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ

روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اسکو سنکر فی الفور یہ کہیں گے۔ کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لیکر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے۔ لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ اب واضح ہو۔ کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اُترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دُشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا۔ کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے"۔ سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں اور اس جگہ ایک اور راز درمیان میں ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ (یعنی پاپ کا نشٹ کرنیوالا اور غریبوں کی دلجوئی کرنے والا اور اُن کو پالنے والا) یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔ صرف قومی اصطلاح میں تغائر ہے اب میں بحیثیت کرشن ہونیکے آریہ صاحبوں کو انکی چند غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو وہی ہے۔ جس کا ذکر میں پہلے بھی کر آیا ہوں۔ کہ یہ طریق اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ کہ روحوں اور ذرات عالم کو جن کو پرکرتی یا پرمانو بھی کہتے ہیں غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے۔ غیر مخلوق بجز اُس پرمیشر کے کوئی بھی نہیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ نہیں۔ لیکن وہ چیزیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ ہیں وہ غیر مخلوق نہیں ہو سکتیں۔ کیا روحوں کے گُن خود بخود ہیں؟ اُن کا

پیدا کرنیوالا کوئی نہیں؟ اگر یہی صحیح ہے تو روحوں کا جسموں میں داخل ہونا بھی خود بخود ہو سکتا ہے اور ذرّات کا اکٹھے ہونا اور متفرق ہونا بھی خود بخود ہو سکتا ہے۔ اس طریق سے پرمیشر کا وجود ماننے کے لئے کوئی عقلی دلیل آپ کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ کیونکہ اگر عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ تمام ارواح مع اپنے تمام گنوں کے جو اُن کے اندر پائے جاتے ہیں۔ خود بخود ہیں۔ تو اس دوسری بات کو بھی بہت خوشی سے قبول کر لے گی کہ روحوں اور اجسام کا باہم اتصال یا انفصال بھی خود بخود ہے۔ اور جبکہ خود بخود ہونے کی بھی راہ کھلی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک جگہ تو راہ کھلی رکھی جاوے اور دوسری جگہ بند کی جاوے۔ یہ طریق کسی منطق سے درست نہیں ہو سکتا۔ پھر اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے جس میں اُن کا خود نقصان ہے جیسا کہ پہلی غلطی میں پرمیشر کا نقصان ہے۔ اور وہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرا دیا ہے اور تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا گیا ہے۔ جس سے کبھی نجات نہیں۔ کیا یہ بخل اور تنگ دلی خدائے رحیم و کریم کی طرف منسوب کرنا عقل سلیم تجویز کر سکتی ہے؟ جس حالت میں پرمیشر کو ابدی نجات دینے کی قدرت تھی اور وہ سرب شکتی مان تھا تو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ایسا بخل اُس نے کیوں کیا۔ کہ اپنی قدرت کے فیض سے بندوں کو محروم رکھا۔ اور پھر یہ اعتراض اور بھی مضبوط ہوتا ہے۔ جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ جن روحوں کو ایک طول طویل عذاب میں ڈالا ہے اور ہمیشہ کے لئے جونیں بھگتنے کی مصیبت انکی قسمت میں لکھدی ہے۔ وہ روحیں پرمیشر کی مخلوق بھی نہیں ہیں۔ اس کا جواب آریہ صاحبوں کی طرف سے یہ سنا گیا ہے کہ پرمیشور ہمیشہ کی مکتی دینے پر قادر تو تھا۔ سرب شکتی مان جو ہوا۔ لیکن میعادی مکتی اس وجہ سے تجویز کی گئی کہ تا سلسلہ تناسخ کا ٹوٹ نہ جائے۔ کیونکہ جس حالت میں روحیں ایک تعداد مقررہ کے اندر ہیں اور اس سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ پس ایسی صورت میں اگر دائمی مکتی ہوتی تو جونوں کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ جو روح نجات ابدی پاکر مکتی خانہ میں گئی۔ وہ تو گویا پرمیشور کے ہاتھ سے گئی۔ اور اس روزمرہ کے خرچ کا آخری نتیجہ ضرور یہ ہونا تھا کہ ایک دن ایک روح بھی جونوں میں ڈالنے کے لئے پرمیشور کے ہاتھ میں نہ رہتی۔ اور کسی دن یہ شغل تمام ہو کر پرمیشور معطل ہو کر بیٹھ جاتا۔ پس ان مجبوریوں کی وجہ سے پرمیشور نے یہ انتظام کیا کہ مکتی کو ایک حد تک محدود رکھا۔ اور پھر اسی جگہ ایک اور اعتراض ہوتا تھا۔ کہ پرمیشور بے گناہوں کو جو ایک دفعہ مکتی پا چکے اور گناہوں سے صاف ہو چکے۔ پھر مکتی خانہ سے کیوں بار بار نکالتا ہے اس اعتراض کو پرمیشر نے اس طرح دفع کیا کہ ہر ایک شخص جس کو مکتی خانہ میں داخل کیا۔ ایک گناہ اس کے ذمہ رکھ لیا۔ اسی گناہ کی سزا میں آخر کار ہر ایک روح مکتی خانہ سے نکالی جاتی ہے۔ یہ ہیں اصول آریہ صاحبوں کے۔ اب انصاف

کرنا چاہیئے کہ جو شخص ان مجبوریوں میں پھنسا ہوا ہے اُس کو پرمیشر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ آریہ صاحبوں نے ایک صاف مسئلہ خالقیت باریتعالیٰ سے انکار کرکے اپنے تئیں بڑی مشکلات میں ڈال لیا۔ اور پرمیشر کے کاموں کو اپنے نفس کے کاموں پر قیاس کرکے اس کی توہین بھی کی۔ اور یہ نہ سوچا کہ خدا ہر ایک صفت میں مخلوق سے الگ ہے۔ اور مخلوق کے پیمانہ صفات سے خدا کو ناپنا یہ ایک ایسی غلطی ہے جس کو اہل مناظرہ قیاس مع الفارق کہتے ہیں اور یہ کہنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی۔ یہ تو مخلوق کے کاموں کی نسبت عقل کا ایک ناقص تجربہ ہے۔ پس اسی قاعدہ کے نیچے خدا کی صفات کو بھی داخل کرنا اگر ناسمجھی نہیں تو اور کیا ہے خدا بغیر جسمانی زبان کے بولتا ہے۔ اور بغیر جسمانی کانوں کے سُنتا ہے اور بغیر جسمانی آنکھوں کے دیکھتا ہے اسی طرح وہ بغیر جسمانی لوازم کے پیدا بھی کرتا ہے۔ اُس کو مادہ کے لئے مجبور کرنا گویا خدائی صفات سے معطل کرنا ہے۔ اور پھر اس عقیدہ میں ایک اور بھاری فساد ہے کہ یہ عقیدہ انادی ہونے کی صفت میں ذرہ ذرہ کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ اور بُت پرست تو چند بتوں کو ہی خدا کے شریک قرار دیتے تھے۔ مگر اس عقیدہ کے رُو سے تمام دُنیا ہی خدا کی شریک ہے۔ کیونکہ ہر ایک ذرہ اپنے وجود کا آپ ہی خدا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں یہ باتیں کسی بُغض اور عداوت سے نہیں کہتا۔ بلکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ وید کی اصل تعلیم یہ ہرگز نہیں ہوگی مجھے معلوم ہے کہ خود رَو فلسفیوں کے ایسے عقیدے تھے۔ جن میں سے بہت سے لوگ آخرکار دہریہ ہوگئے۔ اور مجھے خوف ہے۔ کہ اگر آریہ صاحبوں نے اس عقیدہ سے دستکشی نہ کی تو اُنکا انجام بھی یہی ہوگا۔ اور اس عقیدہ کی شاخ جو تناسخ ہے وہ بھی خدا کے رحم اور فضل پر سخت دھبہ لگاتی ہے۔ کیونکہ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دو تین بالشت کی جگہ میں مثلاً چیونٹیں اتنی ہوتی ہیں کہ کئی ارب سے زائد ہو جاتی ہیں۔ اور ہر ایک قطرہ پانی میں کئی ہزار کیڑہ ہوتا ہے۔ اور دریا اور سمندر اور جنگل طرح طرح کے حیوانات اور کیڑوں سے بھرے ہوئے ہیں جنکی طرف ہم انسانی تعداد کو کچھ بھی نسبت نہیں دے سکتے اس صورت میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر بفرض محال تناسخ صحیح ہے۔ تو اب تک پرمیشر نے بنایا کیا؟ اور کس کو مکتی دی اور آئندہ کیا اُمید رکھی جائے؟

ماسواء اس کے یہ قانون بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سزا تو دی جائے۔ مگر سزا یافتہ شخص کو جُرم پر اطلاع نہ دیجائے۔ اور پھر ایک نہایت مصیبت کی جگہ یہ ہے۔ کہ مکتی تو گیان پر موقوف ہے اور گیان ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے۔ اور کوئی کسی جون میں آنے والا خواہ کیسا ہی پنڈت کیوں نہ ہو۔ کوئی حصہ وید کا یاد نہیں رکھتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جونوں کے ذریعہ سے

مکتی پانا ہی محال ہے۔ اور جو جُونوں کے چکّر میں پڑکر مرد اور عورتیں دنیا میں آتی ہیں۔ اُن کے ساتھ کوئی ایسی فہرست نہیں آتی۔ جس سے ان کے رشتوں کا حال معلوم ہو۔ تاکوئی بیچارہ کسی ایسی نوزاد کو اپنی شادی میں نہ لائے۔ جو در اصل اسکی ہمشیرہ یا ماں ہے۔

اور نیوگ کا مسئلہ جو آجکل آریہ صاحبوں میں رائج ہے۔ اس کی نسبت تو ہم بار بار یہی نصیحت کرتے ہیں۔ کہ اس کو جہانتک ممکن ہو ترک کر دینا چاہیئے۔ انسانی سرشت ہرگز قبول نہ کرے گی کہ ایک شخص اپنی عزت دار عورت کو جس پر اسکے تمام ننگ و ناموس کا مدار ہے باوجود اپنے جائیز خاوند ہونے کے اور باوجود اس علاقہ کے قائم ہونے کے جو زن و شوہر میں ہوتا ہے۔ پھر اپنی پاکدامن بیوی کو اولاد کی خواہش سے دوسروں سے ہم بستر کراوے۔ اس بارہ میں ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے صرف شریف انسانوں کے کانشنس پر چھوڑتے ہیں۔ بایںہمہ آریہ صاحبان اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے اس مذہب کی دعوت کریں۔ سو ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک عقلمند سچائی کے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ مگر یہ سچائی نہیں ہے کہ اُس خداکو جس نے اپنی بزرگ قدرتوں سے اپنی ہستی کو ظاہر فرمایا ہے۔ خالقیت سے جواب دیا جاوے۔ اور اس کو تمام فیضوں کا مظہر نہ سمجھا جائے۔ ایسا پرمیشور ہرگز پرمیشور نہیں ہو سکتا۔ انسان نے خداکو اس کی قدرتوں سے شناخت کیا ہے جب کوئی قدرت اس میں نہیں رہی۔ اور وہ بھی ہماری طرح اسباب کا محتاج ہے تو پھر اس کی شناخت کا دروازہ بند ہو جائیگا۔

پھر ماسوائے اس کے خدا تعالیٰ اپنے احسانات کی وجہ سے قابل عبادت ہے۔ مگر جبکہ اس نے روحوں کو پیدا ہی نہیں کیا۔ اور نہ اس میں بغیر عمل کسی عامل کے فضل اور احسان کرنیکی صفت موجود ہے تو ایسا پرمیشر کس وجہ سے قابل عبادت ٹھہرے گا۔ جہاں تک ہم غور کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ صاحبوں نے اپنے مذہب کا اچھا نمونہ پیش نہیں کیا۔ پرمیشر کو ایسا کمزور اور کینہ ور ٹھہرایا۔ کہ وہ کروڑ ہا ارب سزا دیکر پھر بھی دائمی مکتی نہیں دیتا۔ اور غصہ اس کا کبھی فرو نہیں ہوتا اور آریہ صاحبوں نے قومی تہذیب پر نیوگ کا ایک سیاہ داغ لگا دیا ہے اور اس طرح پر انہوں نے غریب عورتوں کی عزت پر بھی حملہ کیا۔ اور دونوں پہلو حق اللہ اور حق العباد میں قابل شرم فساد ڈالدیا۔ یہ مذہب پرمیشر کو معطل کرنے کے لحاظ سے دہریوں سے بہت قریب ہے۔ اس جگہ مجھے بہت درد دل سے یہ کہنے کی بھی ضرورت پڑی ہے۔ کہ یوں تو اکثر حضرات آریہ صاحبان اور مسیحی صاحبوں کو اسلام کے سچّے اور کامل اصولوں پر بیجا حملہ کرنے کی بہت عادت ہے۔ مگر وہ اپنے مذہب میں روحانیت پیدا کرنے سے بہت غافل ہیں۔ مذہب انسان کا

نام نہیں ہے کہ انسان دنیا کے تمام اکابر اور نبیوں اور رسولوں کو بدگوئی سے یاد کرے ایسا کرنا تو مذہب کی اصل غرض سے مخالف ہے۔ بلکہ مذہب سے غرض یہ ہے۔ کہ انسان اپنے نفس کو ہر ایک بدی سے پاک کر کے اس لائق بنا دے۔ کہ اس کی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گری رہے۔ اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جائے۔ اور اس میں ایک خالص تبدیلی پیدا ہو جائے تا اسی دنیا میں بہشتی زندگی اس کو حاصل ہو لیکن ایسے عقیدوں سے حقیقی نیکی کب اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ جس میں انسانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ صرف خون مسیح پر ایمان لاؤ۔ اور پھر اپنے دلوں میں سمجھ لو۔ کہ گناہوں سے پاک ہو گئے۔ یہ کس قسم کا پاک ہونا ہے جس میں تزکیہ نفس کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔ اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے۔ اور دوسری دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے۔ اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے۔ جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے۔ اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آجاوے۔ اور چاہیئے کہ اسی طرح دعا میں لگا رہے۔ جبتک کہ وہ وقت آجاوے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو۔ اور ایک ایسی چمکتی ہوئی شعاع اس کے نفس پر گرے۔ کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دے۔ اور اس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں۔ تو دعاؤں سے۔ اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں۔ تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔ تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شامل حال ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ خون مسیح کا عقیدہ قبول کر کے آپ ہی اپنے دل میں سمجھ لیں۔ کہ ہم گناہوں سے نجات پا گئے۔ یہ تو اپنے تئیں آپ دھوکا دینا ہے۔ انسان ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کا کمال صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے بہت سے جانور کچھ بھی گناہ نہیں کرتے۔ تو کیا وہ کامل کہلا سکتے ہیں۔ اور کیا ہم کسی سے اس طرح پر کوئی انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ کہ ہم نے تیرا کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ مخلصانہ خدمات سے انعام حاصل ہوتے ہیں۔ اور وہ خدمت خدا کی راہ میں یہ ہے۔ کہ انسان صرف اسی کا ہو جائے۔

اور اُس کی محبت سے تمام محبتوں کو توڑ دے۔ اور اُس کی رضا کے لئے اپنی رضا چھوڑ دے اس جگہ قرآن شریف نے خوب مثال دی ہے اور وہ یہ کہ کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ دو شربت نہ پی لے۔ پہلا شربت گناہ کی محبت ٹھنڈی ہونے کا جس کا نام قرآن شریف نے شربت کافوری رکھا ہے اور دوسرا شربت خدا کی محبت دل میں بھرنے کا۔ جس کا نام قرآن شریف نے شربت زنجبیلی رکھا ہے۔ لیکن افسوس کہ عیسائی صاحبوں اور آریہ صاحبوں نے اس راہ کو اختیار نہ کیا۔ آریہ صاحبان تو اس طرف جھک گئے ہیں کہ گناہ بہر حالت خواہ توبہ ہو یا نہ ہو قابل سزا ہے۔ جس سے بے شمار جونیں بھگتنی پڑیں گی۔ اور عیسائی صاحبان گناہ سے نجات پانے کی وہ راہ بیان فرماتے ہیں۔ جو ابھی میں ذکر کر چکا ہوں۔ دونو فریق اصل مطلب سے دور پڑ گئے ہیں۔ اور جس دروازہ سے داخل ہونا تھا۔ اس کو چھوڑ کر دور دور جنگلوں میں سرگردان ہیں یہ تو میں نے آریہ صاحبوں کی خدمت میں گذارش کی ہے۔ اور مسیحی صاحبان جو بڑی کوشش سے اپنے مذہب کی دُنیا میں اشاعت کر رہے ہیں۔ اُنکی حالت آریہ صاحبوں سے زیادہ قابل افسوس ہے۔ آریہ صاحبان تو اس زمانہ میں یہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح اپنے پرانے مذہب مخلوق پرستی سے نکلیں۔ اور عیسائی صاحبان اس کوشش میں ہیں۔ کہ مخلوق پرستی میں نہ صرف آپ بلکہ تمام دنیا کو داخل کر دیں۔ محض زبردستی اور تحکم کے طور پر حضرت مسیح کو خدا بنایا جاتا ہے۔ ان میں کوئی بھی ایک ایسی خاص طاقت ثابت نہیں ہوئی جو دوسرے نبیوں میں پائی نہ جائے۔ بلکہ بعض دوسرے نبی معجزہ نمائی میں اُن سے بڑھ کر تھے۔ اور اُن کی کمزوریاں گواہی دے رہی ہیں۔ کہ وہ محض انسان تھے۔ اُنہوں نے اپنی نسبت کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جس سے وہ خدائی کے مدعی ثابت ہوں اور جس قدر ان کے کلمات ہیں جن سے اُن کی خدائی سمجھی جاتی ہے اُن سے ایسا سمجھنا غلطی ہے۔ اس رنگ کے ہزاروں کلمات اللہ خدا کے نبیوں کے حق میں بطور استعارہ اور مجاز کے ہوتے ہیں اُن سے خدائی نکالنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ بلکہ انہیں کا کام ہے جو خواہ نخواہ انسان کو خدا بنانے کا شوق رکھتے ہیں۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میری وحی اور الہام میں اُن سے بڑھ کر کلمات ہیں۔ پس اگر ان کلمات سے حضرت مسیح کی خدائی ثابت ہوتی ہے تو پھر مجھے بھی نعوذ باللہ حق حاصل ہے کہ یہی دعوے میں بھی کروں۔ سو یاد رکھو کہ خدائی کی حضرت مسیح پر سراسر تہمت ہے۔ انہوں نے ہرگز ایسا دعوے نہیں کیا۔ جو کچھ انہوں نے اپنی نسبت فرمایا ہے

وہ الفاظ شفاعت کی حد سے بڑھتے نہیں۔ سو نبیوں کی شفاعت سے کس کو انکار ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی شفاعت سے کئی مرتبہ بنی اسرائیل بھڑکتے ہوئے عذاب سے نجات پا گئے۔ اور میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ اور میری جماعت کے اکثر معزز خوب جانتے ہیں کہ میری شفاعت سے بعض مصائب اور امراض کے مبتلا اپنے دکھوں سے رہائی پا گئے۔ اور یہ خبریں اُن کو پہلے سے دی گئی تھیں اور مسیح کا اپنی اُمت کی نجات کے لئے مصلوب ہونا۔ اور اُمت کا گناہ اُنپر ڈالے جانا۔ ایک ایسا مہمل عقیدہ ہے جو عقل سے ہزاروں کوس دور ہے۔ خدا کی صفات عدل اور انصاف سے یہ بہت بعید ہے۔ کہ گناہ کوئی کرے۔ اور سزا کسی دوسرے کو دیجائے۔ غرض یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے۔ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑنا۔ اور مخلوق کی پرستش کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ اور تین مستقل اور کامل اقنوم قرار دینا۔ جو سب جلال اور قوت میں برابر ہیں اور پھر ان تینوں کی ترکیب سے ایک کامل خدا بنانا۔ یہ ایک ایسی منطق ہے جو دنیا میں مسیحیوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔ پھر جائے افسوس تو یہ ہے کہ جس غرض کے لئے یہ نیا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ یعنی گناہ سے نجات پانا۔ اور دُنیا کی گندی زندگی سے رہائی حاصل کرنا۔ وہ غرض بھی تو حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ کفارہ سے پہلے جیسے حواریوں کی صاف حالت تھی۔ اور وہ دنیا اور دنیا کے درم و دینار سے کچھ غرض نہ رکھتے تھے۔ اور دنیا کے گندوں میں پھنسے ہوئے نہ تھے۔ اور ان کی کوشش دنیا کے کمانے کے لئے نہیں تھی۔ اس قسم کے دل بعد کے لوگوں کے کفارہ کے بعد کہاں رہے۔ خاص کر اس زمانہ میں جس قدر کفارہ اور خون مسیح پر زور دیا جاتا ہے اسی قدر عیسائیوں میں دنیا کی گرفتاری بڑھتی جاتی ہے اور اکثر ان کے ایک مخمور کی طرح سراسر دن رات دُنیا کے شغل میں لگے رہتے ہیں۔ اور اس جگہ دوسرے گناہوں کا ذکر کرنا۔ جو یورپ میں پھیل رہے ہیں۔ خاص کر شراب خوری اور بدکاری اس ذکر کی کچھ حاجت نہیں۔

اب میں عام سامعین کی خدمت میں اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ بیان کر کے اس تقریر کو ختم کروں گا۔ اے معزز سامعین! خدا تعالےٰ حق کے قبول کرنیکے لئے آپ صاحبوں کے سینوں کو کھولے اور آپ کو حق فہمی کا الہام کرے۔ یہ بات آپ کو معلوم ہوگی کہ ہر ایک نبی اور رسول اور خدا تعالےٰ کا فرستادہ جو لوگوں کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ اگرچہ اس کی اطاعت کرنے کے لئے عقل کی رو سے اس قدر کافی ہے

کہ جو کچھ وہ کہتا ہے۔ وہ حق حق ہو۔ اس میں کسی قسم کا دھوکہ اور فریب کی بات نہ ہو۔ کیونکہ عقل سلیم حق کے قبول کرنے کے لئے کسی معجزہ کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ لیکن چونکہ انسانی فطرت میں ایک قوت واہمہ بھی ہے کہ باوجود اس بات کے کہ ایک امر فی الواقع صحیح اور سچا اور حق ہو پھر بھی انسان کو وہم اُٹھتا ہے۔ کہ شائد بیان کرنیوالے کی کوئی خاص غرض نہ ہو۔ یا اُس نے دھوکہ نہ کھایا ہو۔ یا دھوکہ نہ دیا ہو۔ اور کبھی بوجہ اس کے معمولی انسان ہونے کے اس کی بات کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔ اور اس کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے اور کبھی شہوات نفس امارہ کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ گو سمجھ بھی آجاوے کہ جو فرمایا گیا ہے وہ سب سچ ہے۔ تاہم نفس اپنے ناپاک جذبات کا ایسا مغلوب ہوتا ہے کہ وہ اس راہ پر چل ہی نہیں سکتا۔ جس پر واعظ ناصح چلانا چاہتا ہے۔ اور یا فطرتی کمزوری قدم اُٹھانے سے روک دیتی ہے۔ پس اس لئے حکمتِ الٰہی نے تقاضا فرمایا۔ کہ جو لوگ اُس کی طرف سے مخصوص ہو کر آتے ہیں۔ اُن کے ساتھ کچھ نصرتِ الٰہی کے نشان بھی ہوں۔ جو کبھی رحمت کے رنگ میں اور کبھی عذاب کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ انہیں نشانوں کی وجہ سے خدا کی طرف سے بشیر اور نذیر کہلاتے ہیں۔ مگر رحمت کے نشانوں سے وہ مومن حصہ لیتے ہیں۔ جو خدا کے حکموں کے مقابل پر تکبر نہیں کرتے اور خدا کے فرستادہ لوگوں کو تحقیر اور توہین سے نہیں دیکھتے۔ اور اپنی فراست خداداد سے اُن کو پہچان لیتے ہیں۔ اور تقویٰ کی راہ کو محکم پکڑ کر بہت ضد نہیں کرتے۔ اور نہ دُنیاداری کے تکبر اور جھوٹی وجاہتوں کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ بلکہ جب دیکھتے ہیں کہ سُنت انبیاء کیموافق ایک شخص اپنے وقت پر اُٹھا ہے۔ جو خدا کی طرف بُلاتا ہے اور اس کی باتیں ایسی ہیں کہ ان کی صحت ماننے کے لئے ایک راہ موجود ہے۔ اور اس میں نصرتِ الٰہی اور تقویٰ اور دیانت کے نشان پائے جاتے ہیں۔ اور سُننِ انبیاء علیہم السلام کے پیمانہ کے رو سے اُس کے قول یا فعل پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ تو ایسے انسان کو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ بعض سعید ایسے بھی ہیں۔ کہ چہرہ دیکھ کر پہچان جاتے ہیں۔ کہ یہ کذاب اور مکار کا چہرہ نہیں پس ایسے لوگوں کے لئے رحمت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور وہ دم بدم ایک صادق کی صحبت سے ایمانی قوت پاکر اور پاک تبدیلیوں کا مشاہدہ کر کے تازہ بتازہ نشانوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اور تمام حقائق

اور معارف اور تمام نصرتیں اور تمام تائیدیں اور تمام قسم کے اعلام غیب ان کے حق میں نشان ہی ہوتے ہیں۔ اور وہ لطافت ذہن کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی دقیق در دقیق نصرتوں کو اس فرستادہ کی نسبت محسوس کر کے باریک در باریک نشانوں پر بھی اطلاع پا لیتے ہیں۔ لیکن ان کے مقابل پر وہ لوگ بھی ہیں جن کو رحمت کے نشانوں میں سے حصہ لینا نصیب نہیں جیسا کہ نوحؑ کی قوم نے بجز غرق کرنے کے معجزہ کے اور کسی نوع کے معجزہ سے حصہ نہ لیا۔ اور لوطؑ کی قوم نے بجز اس معجزہ کے جو ان کی زمین زیر و زبر کی گئی۔ اور ان پر پتھر برسائے گئے اور کسی معجزہ سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ ایسا ہی اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ اس زمانہ کے اکثر لوگوں کی طبیعتیں نوح کی قوم سے ملتی ہیں۔

کئی سال گذرے ہیں کہ میرے لئے آسمان پر دو نشان ظاہر ہوئے تھے کہ جو خاندان نبوت کی روایت سے ایک پیش گوئی تھی اور وہ یہ کہ جب امام آخر الزمان دُنیا میں ظاہر ہوگا تو اُس کے لئے دو نشان ظاہر ہوں گے۔ جو کبھی کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئے یعنی یہ کہ آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن ہوگا۔ اور وہ گرہن چاند گرہن کی معمولی راتوں میں سے پہلی رات میں ہوگا۔ اور اُن دنوں میں رمضان ہی میں سورج گرہن بھی ہوگا۔ اور وہ گرہن کے معمولی دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی سُنیوں اور شیعوں میں متفق علیہ تھی اور لکھا تھا کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے کبھی ایسا ظہور میں نہیں آیا۔ کہ مدعی امامت موجود ہو۔ اور اس کے عہد میں یہ دونوں واقعہ انہیں تاریخوں میں ظہور پذیر ہوئے ہوں۔ لیکن امام آخر الزمان کے عہد میں ایسا ہی ہوگا اور یہ نشان اُسی سے خاص ہوگا۔ اور یہ پیشگوئی اُن کتابوں میں لکھی گئی تھی۔ جو آج سے ہزار برس پہلے دنیا میں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن جب یہ پیش گوئی میرے دعویٰ امامت کے وقت میں ظاہر ہوئی۔ تو کسی نے اس کو قبول نہ کیا۔ اور ایک شخص نے بھی اس عظیم الشان پیش گوئی کو دیکھ کر میری بیعت نہ کی۔ بلکہ گالیاں دینے اور ٹھٹھہ کرنے میں اور بھی بڑھ گئے۔ میرا نام دجّال اور کافر اور کذّاب وغیرہ رکھا۔ یہ اس لئے ہوا کہ یہ پیش گوئی بطور عذاب نہ تھی۔ بلکہ رحمتِ الٰہی نے قبل از وقت ایک نشان دیا تھا۔ لیکن لوگوں نے اس نشان سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ اور کچھ بھی ان کے دلوں کو میری طرف توجہ نہ ہوئی۔ گویا وہ نشان ہی نہیں تھا۔ ایک لغو پیش گوئی تھی۔ جو کی گئی۔ پھر بعد اُس کے جب منکروں کی شوخی حد سے بڑھ گئی۔ تو خدا نے ایک عذاب کا نشان زمین پر دکھلایا۔ جیسا کہ ابتداء سے نبیوں کی کتابوں میں لکھا گیا تھا

اور وہ عذاب کا نشان طاعون ہے۔ جو چند سال سے اس ملک کو کھا رہی ہے۔ اور کوئی انسانی تدبیر اس کے آگے چل نہیں سکتی۔ اس طاعون کی خبر قرآن شریف میں صریح لفظوں میں موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا۔ یعنی قیامت سے کچھ دن پہلے بہت سخت مری پڑے گی۔ اور اس سے بعض دیہات تو بالکل نابود ہو جائیں گے اور بعض ایک حد تک عذاب اُٹھا کر بچ رہیں گے۔ اور ایسا ہی ایک دوسری آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب قرب قیامت ہوگا۔ ہم زمین میں سے ایک کیڑا نکالیں گے۔ جو لوگوں کو کاٹے گا۔[+] اس لئے کہ انہوں ہمارے نشانوں کو قبول نہیں کیا۔ یہ دونوں آیتیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور یہ صریح طور پر طاعون کی نسبت پیش گوئی ہے۔ کیونکہ طاعون بھی ایک کیڑا ہے۔ اگرچہ پہلے طبیبوں نے اس کیڑے پر اطلاع نہیں پائی۔ لیکن خدا جو عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ طاعون کی جڑھ اصل میں کیڑا ہی ہے جو زمین میں سے نکلتا ہے۔ اس لئے اس کا نام اس نے دابۃ الارض رکھا۔ یعنی زمین کا کیڑا۔ غرض جب نشان عذاب ظاہر ہوا اور ہزاروں جانیں پنجاب میں تلف ہو گئیں۔ اور اس ملک میں ایک ہولناک زلزلہ پڑا۔ تب بعض لوگوں کو ہوش آئی اور چند عرصہ میں دو لاکھ کے قریب لوگوں نے بیعت کر لی اور ابھی زور سے بیعت ہو رہی ہے۔ کیونکہ طاعون نے بھی ابھی اپنا حملہ نہیں چھوڑا اور چونکہ وہ بطور نشان کے ہے۔ اس لئے جب تک اکثر لوگ اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا نہیں کریں گے تب تک اُمید نہیں کہ یہ مرض اس ملک سے دور ہو سکے۔ غرض یہ سرزمین نوحؑ کے زمانہ کی سرزمین سے بہت مشابہ ہے کہ آسمان کے نشانوں کو دیکھ کر تو کوئی ایمان نہ لایا اور عذاب کے نشان کو دیکھ کر ہزاروں بیعت میں داخل ہوئے۔ اور پہلے نبیوں نے بھی اس نشان کا ذکر کیا ہے۔ انجیل میں بھی مسیح موعودؑ کے وقت میں مری پڑنے کا ذکر ہے۔ اور لڑائیوں کا بھی ذکر ہے۔ جو اب ہو رہی ہیں۔ پس اے مسلمانو! توبہ کرو تم دیکھتے ہو۔ کہ ہر سال تمہارے عزیزوں کو یہ طاعون تم سے جدا کر رہی ہے۔ خدا کی طرف جھکو تا کہ وہ بھی تمہاری طرف جھکے اور ابھی معلوم نہیں کہ کہاں تک طاعون کا دور ہے۔ اور کیا ہونیوالا ہے۔

میرے دعوے کی نسبت اگر شبہ ہو اور حق جوئی بھی ہو تو اس شبہ کا دور ہونا بہت سہل ہے کیونکہ ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے اول عقل سے یعنی دیکھنا چاہیئے کہ جس وقت وہ نبی یا رسول آیا ہے عقل سلیم گواہی دیتی

[+] وہ آیت یہ ہے وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآ بَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ اَنَّ النَّاسَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوۡقِنُوۡنَ
جب منکروں پر وہ بات (تبلیغ) واقع ہو جاوے گی نکالیں گے ہم انکی (سزا اور قہر نشان کیلئے) ایک کیڑا زمین سے جو کاٹیگا انکو اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے نشانوں کے ساتھ یقین نہیں کرتے تھے۔ فضل دین

ہے یا نہیں کہ اس وقت اُس کے آنے کی ضرورت بھی تھی یا نہیں اور انسانوں کی حالت موجودہ چاہتی تھی یا نہیں کہ ایسے وقت میں کوئی مصلح پیدا ہو؟ دوسرے پہلے نبیوں کی پیش گوئی یعنی دیکھنا چاہیئے کہ پہلے کسی نبی نے اُس کے حق میں یا اُس کے زمانہ میں کسی کے ظاہر ہونے کی پیش گوئی کی ہے۔ یا نہیں؟ تیسرے نصرت الٰہی اور تائید آسمانی یعنی دیکھنا چاہیے کہ اس کے شامل حال کوئی تائید آسمانی بھی ہے یا نہیں؟۔ یہ تین علامتیں سچے امور من اللہ کی شناخت کے لئے قدیم سے مقرر ہیں۔ اب اے دوستو خدا نے تم پر رحم کر کے یہ تینوں علامتیں میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔ اب چاہو تم قبول کرو یا نہ کرو۔ اگر عقل کی رو سے نظر کرو تو عقل سلیم فریاد کر رہی ہے اور رو رہی ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے۔ اندرونی اور بیرونی حالتیں دونو خوفناک ہیں اور مسلمان گویا ایک گڑھے کے قریب کھڑے ہیں۔ یا ایک تند سیل کی زد پر آپڑے ہیں۔ اگر پہلی پیش گوئیوں کو تلاش کرو تو دانیال نبی نے بھی میری نسبت اور میرے اس زمانہ کی نسبت پیش گوئی کی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ اسی اُمّت میں سے مسیح موعود پیدا ہوگا۔ اگر کسی کو معلوم نہ ہو تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو دیکھ لے اور صدی کے سر پر مجدد آنے کی پیش گوئی بھی پڑھ لے اور اگر میری نسبت نصرت الٰہی کو تلاش کرنا چاہے تو یاد رہے کہ اب تک ہزار ہا نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔

منجملہ ان کے وہ نشان ہے جو آج سے چوبیس ۲۴ برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا گیا اور اس وقت لکھا گیا۔ جبکہ ایک فرد بشر بھی مجھ سے تعلق بیعت نہیں رکھتا تھا اور نہ میرے پاس سفر کر کے کوئی آتا تھا۔ اور وہ نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاتیك من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق۔ یعنی وہ وقت آتا ہے کہ مالی تائیدیں ہر ایک طرف سے تجھے پہنچیں گی۔ اور ہزار ہا مخلوق تیرے پاس آئے گی۔ اور پھر فرماتا ہے ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس یعنی اس قدر مخلوق آئے گی کہ تو ان کی کثرت سے حیران ہو جائے گا۔ پس چاہیئے کہ تو ان سے بداخلاقی نہ کرے۔ اور نہ ان کی ملاقاتوں سے تھکے۔ پس اے عزیزو اگرچہ آپ کو یہ تو خبر نہیں کہ قادیان میں میرے پاس کس قدر لوگ آئے اور کیسی وضاحت سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ لیکن اسی شہر میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ میرے آنے پر میرے دیکھنے کے لئے ہزار ہا مخلوقات اس شہر کی ہی اسٹیشن پر جمع ہو گئی تھی۔ اور صدہا مردوں اور عورتوں

نے اسی شہر میں بیعت کی۔ اور میں وہی شخص ہوں جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے تخمیناً سات آٹھ سال پہلے اسی شہر میں قریباً سات سال رہ چکا تھا۔ اور کسی کو مجھ سے تعلق نہ تھا۔ اور نہ کوئی میرے حال سے واقف تھا۔ پس اب سوچو اور غور کرو کہ میری کتاب براہین احمدیہ میں اس شہرت اور رجوع خلائق سے چوبیس سال پہلے میری نسبت ایسے وقت میں پیش گوئی کی گئی ہے۔ کہ جب کہ میں لوگوں کی نظر میں کسی حساب میں نہ تھا۔ اگرچہ میں جیساکہ میں نے بیان کیا۔ براہین کی تالیف کے زمانہ کے قریب اسی شہر میں قریباً سات سال رہ چکا ہوں تاہم آپ صاحبوں میں ایسے لوگ کم ہوں گے۔ جو مجھ سے واقفیت رکھتے ہوں۔ کیونکہ میں اس وقت ایک گمنام آدمی تھا۔ اور احدٌ من الناس تھا۔ اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی۔ مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا۔ کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت میں وحدت تھی۔ اور شہر میں میں ایسا رہتا تھا جیساکہ ایک شخص جنگل میں۔ مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے۔ جیساکہ قادیان سے کیونکہ میں اپنے اوائل زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گذار چکا ہوں۔ اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اُس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں۔ یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اس وقت بھی مجھ سے بہت محبت ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ وہ کیسا زمانہ تھا۔ اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیش گوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخر کار یہ عروج ہوگا۔ کہ لاکھوں لوگ اس کی تابع اور مرید ہو جاویں گے۔ اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے۔ اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا۔ بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں۔ کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا ایسی پیش گوئی کوئی مکار کر سکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بیکسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے؟ کتاب براہین احمدیہ جس میں یہ پیشگوئی ہے کوئی گمنام کتاب نہیں۔ بلکہ وہ اس ملک میں مسلمانوں عیسائیوں اور آریہ صاحبوں کے پاس بھی موجود ہے۔ اور گورنمنٹ میں بھی موجود ہے۔ اگر کوئی اس عظیم الشان نشان میں شک کرے تو اس کو دنیا میں اس کی نظیر دکھلانا چاہیئے۔

اس کے سوا اور بہت سے نشان ہیں جن سے اس ملک کو اطلاع ہے۔ بعض نادان جن کو حق کا قبول کرنا منظور ہی نہیں وہ ثابت شدہ نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے اور بیہودہ نکتہ چینیوں سے گریز کی راہ ڈھونڈھتے ہیں۔ اور ایکدو پیش گوئیوں اور کھلے کھلے نشانوں پر خاک ڈالتے ہیں۔ افسوس کہ وہ جھوٹ بولتے وقت ایک ذرہ خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور افترا کے وقت آخرت کے مواخذہ کو یاد نہیں کرتے۔ مجھے ضرورت نہیں کہ انکے افتراؤں کی تفصیل بیان کر کے سامعین کو انکے سب حالات سناؤں۔ اگر انمیں تقویٰ ہوتا۔ اگر انکو ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا۔ تو خدا کے نشانوں کی تکذیب میں جلدی نہ کرتے۔ اور اگر بفرض محال کوئی نشان ان کو سمجھ میں نہ آتا تو انسانیت اور نرمی سے اس کی حقیقت مجھ سے پوچھ لیتے۔ ایک بڑا اعتراض ان کا یہ ہے کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا۔ اور احمد بیگ اگرچہ پیش گوئی کے مطابق مرگیا مگر داماد اس کا جو اسی پیشگوئی میں داخل تھا۔ نہ مرا۔ یہ ان لوگوں کا تقویٰ ہے۔ کہ ہزارہا ثابت شدہ نشانوں کا تو ذکر تک منہ پر نہیں لاتے۔ اور ایک دو پیش گوئیاں جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں بار بار انکو ذکر کرتے ہیں۔ اور ہر ایک مجمع میں شور ڈالتے ہیں۔ اگر خدا کا خوف ہوتا۔ تو ثابت شدہ نشانوں اور پیشگوئیوں سے فائدہ اٹھاتے۔ یہ طریق راستباز انسانوں کا نہیں ہے کہ کھلے کھلے معجزات سے منہ پھیر لیں۔ اور اگر کوئی دقیق امر ہو۔ تو اس پر اعتراض کر دیں۔ اس طرح پر تو تمام انبیاء پر اعتراضات کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور تمام اس طبیعت کے لوگوں کو سب سے دست بردار ہونا پڑیگا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے میں کیا کلام ہے۔ مگر ایک شریر مخالف کہہ سکتا ہے کہ انکی بعض پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔ جیسا کہ اب تک یہودی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کی کوئی بھی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اس نے کہا تھا۔ کہ میرے بارہ حواری بارہ تختوں پر بہشت میں بیٹھیں گے۔ مگر وہ بارہ سے گیارہ رہ گئے اور ایک مرتد ہو گیا۔ اور ایسا ہی اُس نے کہا تھا کہ اس زمانہ کے لوگ نہیں مرینگے۔ جبتک کہ میں واپس آجاؤں۔ حالانکہ وہ زمانہ گیا اٹھارہ صدیوں کے لوگ قبروں میں جا پڑے اور وہ ابتک نہیں آیا۔ اور اسی زمانہ میں اس کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ اور اُس نے کہا تھا کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں۔ مگر کوئی بادشاہت اسکو نہ ملی۔ ایسے ہی اور بہت اعتراض ہیں۔ ایسا ہی اس زمانہ میں بعض ناپاک طبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پیشگوئیوں سے انکار کرتے ہیں۔ اور بعض حدیبیہ کے قصہ کو پیش کرتے ہیں۔ اب اگر ایسے اعتراض تسلیم کے لائق ہیں تو مجھے ان لوگوں پر کیا افسوس۔ مگر یہ خوف ہے کہ اس طریق کو اختیار کر کے کہیں اسلام کو ہی الوداع نہ کہدیں۔

صرف دو پر اعتراض کرکے باقی ہزارہا پیشگوئیوں

حضرت مسیح کی بعض پیشگوئیوں پر اعتراض

تمام نبیوں کی پیش گوئیوں میں ایسا ہی میری پیشگوئیوں میں بعض اجتہادی دخل بھی ہوتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ کے سفر میں بھی اجتہادی دخل تھا۔ تب ہی تو آپ نے سفر کیا تھا مگر وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ نبی کی شان اور جلالت اور عزت میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا۔ کہ کبھی اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہو۔ اگر کہو کہ اس سے امان اٹھ جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت کا پہلو اس امان کو محفوظ رکھتا ہے کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے۔ اور معذالک مجمل ہوتی ہے۔ اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے۔ پس اگر مجمل وحی میں اجتہاد کے رنگ میں کوئی غلطی بھی ہو جائے۔ تو بینات محکمات کو اس سے کچھ صدمہ نہیں پہنچتا۔ پس میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہو اور مجمل ہو اور اس کے سمجھنے میں اجتہادی رنگ کی غلطی ہو۔ اس بات میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور ساتھ اس کے یہ بھی ہے کہ وعید کی پیشگوئیوں میں خدا پر فرض نہیں ہے کہ انکو ظہور میں لاوے۔ یونس کی پیش گوئی اس پر شاہد ہے۔ اسپر تمام انبیاء کا اتفاق ہے۔ کہ خدا کے ارادے جو وعید کے رنگ میں ہوں۔ صدقہ اور دعا سے ٹل سکتے ہیں۔ پس اگر وعید کی پیش گوئی ٹل نہیں سکتی۔ تو صدقہ اور دعا لاحاصل ہے۔

اب ہم اس تقریر کو ختم کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔ جس نے باوجود علالت اور ضعف جسمانی کے اس کے لکھنے کی ہمیں توفیق دی اور ہم جناب الہٰی میں دعا کرتے ہیں کہ اس تقریر کو بہتوں کیلئے موجب ہدایت کرے اور جیسا کہ اس مجمع میں ظاہری اجتماع نظر آرہا ہے۔ ایسا ہی تمام دلوں میں ہدایت کے سلسلہ میں باہم ربط اور محبت پیدا کر دے اور ہر ایک طرف ہدایت کی ہوا چلاوے۔ بغیر آسمانی روشنی کے آنکھیں کچھ نہیں دیکھ سکتیں۔ سو خدا آسمان سے روحانی روشنی کو نازل کرے تا کہ آنکھیں دیکھ سکیں۔ اور غیب سے ہوا پیدا کرے۔ تا کہ کان سنیں۔ کون ہے جو ہماری طرف آسکتا ہے۔ مگر وہی جسکو خدا ہماری طرف کھینچے وہ بہتوں کو کھینچ رہا ہے۔ اور کھینچیگا۔ اور کئی قفل توڑیگا ہمارے دعوے کی جڑھ حضرت عیسیٰ کی وفات ہے۔ اس جڑھ کو خدا اپنے ہاتھ سے پانی دیتا ہے اور رسول اسکی حفاظت کرتا ہے۔ خدا نے قول سے اور اسکے رسول نے فعل سے یعنی اپنی چشم دید اور رویت سے گواہی دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور آپ نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ ارواح میں دیکھ لیا ہے۔ مگر افسوس کہ پھر بھی لوگ ان کو زندہ سمجھتے ہیں۔ اور انکو ایسی خصوصیت دیتے ہیں۔ جو کسی نبی کو خصوصیت نہیں دی گئی یہ امور ہیں جن سے حضرت مسیح کی الوہیت کو عیسائیوں کے زعم میں قوت پہنچتی ہے۔ اور بہت سے کچے آدمی ایسے عقائد سے ٹھوکر کھاتے ہیں ہم گواہ ہیں کہ خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اب انکے زندہ کرنے میں دین کی ہلاکت ہے اور اس خیال

میں لگنا خواہ مخواہ کی خاک پیزی ہے۔ اسلام میں اجماع یہی تھا کہ کوئی نبی گذشتہ نبیوں میں سے زندہ نہیں ہے جیسا کہ آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے ثابت ہے۔ خدا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہت بہت اجر دے جو اس اجماع کے موجب ہوئے اور منبر پر چڑھ کر اس آیت کو پڑھ سنایا ✦

اخیر پر ہم اس گورنمنٹ انگریزی کا سچے دل سے شکر کرتے ہیں جس نے اپنی کشادہ دلی سے ہمیں مذہبی آزادی عطا فرمائی۔ یہ آزادی جس کی وجہ سے ہم نہایت ضروری دینی علوم کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ایسی نعمت نہیں ہے جسکی وجہ سے معمولی طور پر ہم اس گورنمنٹ کا شکر کریں۔ بلکہ تہِ دل سے شکر کرنا چاہیئے۔ اگر یہ گورنمنٹ عالیہ ہمیں کئی لاکھ کی جاگیر دیتی۔ مگر یہ آزادی نہ دیتی تو ہم سچ سچ کہتے ہیں۔ کہ وہ جاگیر اسکے برابر نہ تھی۔ کیونکہ دُنیا کا مال فانی ہے۔ مگر یہ وہ مال ہے جس کو فنا نہیں۔ ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کے سچے دل سے شکر گذار رہیں۔ کیونکہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی نہیں کرتا۔ نیک انسان وہی ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے۔ اس انسان کا بھی شکر کرے۔ جس کے ذریعہ اس منعم حقیقی کی کوئی نعمت اسکو پہنچی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

الراقم۔ میرزا غلام احمد قادیانی
یکم نومبر ۱۹۰۴ء روز شنبہ
سیالکوٹ

حکم است ز آسماں بزمیں مے رسانمش
ماموم و مرا چہ دریں کار اختیار
اے حسرت ایں گروہ عزیزاں مرا ندید
ہر شب ہزار غم بمن آید ز دردِ قوم
بعد از رہم ہر آنچہ پسند ندہیچ نیست
بعد از خدا بہ عشق محمد مخمرم
جانم گداخت از غم ایمانت اے عزیز
یارب بآب چشم من ایں کسل نشاں بشو
جانم فدا شود برہِ دین مصطفےٰ

گر بشنوم نگویمش آنرا کجا برم
رو ایں سخن بگو بخدا وند آمرم
وقتے بہ بینندم کہ ازیں خاک بگذرم
یارب نجات بخش ازیں روزِ پُر شرم
بد قسمت آنکہ در نظرش ہیچ محترم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم
کامرد زتر شدست ازیں درد بسترم
این است کام دل اگر آید میسرم